قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے، نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اِتباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ
المرشد
لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

جلد ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ، بمطابق نومبر ۱۹۹۶ء شمارہ ۴

مدیر:۔ تاج رحیم — سرکولیشن مینجر:۔ رانا جاوید احمد

اس شمارے میں

اداریہ — طالبان کی فتح	تاج رحیم	۳
امید کی کرن	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
عہد خلافتِ راشدہ پر ایک نظر	محمد عبدالستار انصاری	۱۲
شیخ سے توقعات	مولانا محمد اکرم اعوان	۱۸
روایتی اسلام اور سیاسی اسلام کی بحث	الطاف جاوید	۲۹
سوال آپ کا	مولانا محمد اکرم اعوان	۳۶
روپے کی آئے روز گرتی قیمت	اکبر علی ایم۔اے	۴۳

پتہ:۔ ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور۔ ۵۴۷۷۰

فون نمبر ۵۱۸۰۴۶۷

ناشر:۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور فون: 6314365

ماہنامہ **المرشد**

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ

نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظر اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۱۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۵۰ امریکن ڈالر	۱۳۵۰ امریکن ڈالر

اداریہ

طالبان کی فتح

افغان لیڈروں نے اقتدار کے ہوس میں افغان قوم پر جو ظلم ڈھائے اور جو تباہی مچائی اگر روس کو پہلے سے یہ اندازہ ہوتا تو وہ یہ تمام کاروائی بہت پہلے ان لیڈروں کے حوالے کر دیتا اور خود بیٹھ کر تماشا دیکھتا۔ روس کے خلاف جہاد کی کامیابی کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ اس کے صلے میں افغانستان چند شخصیات کی جاگیر بن جائے۔ حکومت ان کی وراثت اور افغان قوم کا قتل ان کا موروثی حق بن جائے۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ ہوا یہی کچھ۔ اللہ ظالموں کو اپنی اصلاح کے لئے پورا موقع اور پورا وقت دیتا ہے۔ لیکن اصلاح کی بجائے جب ظلم حد پار کرنے لگے تو اللہ اس کی تباہی کا سامان طالبان کی صورت میں پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

مسلم معاشرے میں طالبان وہ طبقہ ہے جو دنیا داری چھوڑ کر مساجد میں، دینی مدرسوں میں علم حاصل کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور حصول علم کے بعد بھی جن کی دنیاداری مسجد اور مدرسے تک محدود رہتی ہے ان سے ایسی تحریک کی توقع کی جا سکتی تھی کہ فقہ و حدیث کی کتابوں کی جگہ جدید اسلحہ ان کے ہاتھوں میں ہو اور مسجد کی صحن میں بیٹھنے کی بجائے وہ بڑے بڑے جنگی ٹینکوں پر بیٹھے نظر آئیں۔ لیکن اللہ قادر ہے جب چاہے کسی سے جو کام لینا چاہے لے لیتا ہے۔ طالبان کا کابل پر قبضے سے چند روز پیشتر پاکستان سے علماء کے ایک مصالحتی مشن کے سامنے حکمت یار نے طالبان کے متعلق اپنے گھمنڈ کا اظہار کچھ یوں کیا تھا "اگر کسی اندرونی اور بیرونی طاقت کو یہ زعم ہے کہ وہ اپنی تکنیکی مہارت، سیاسی جالبازی، فوجی قوت اور کسی کے شانے پر بندوق رکھ کر لڑائی (PROXY WAR) کے ذریعے کابل فتح کر لے گا تو اسے اپنی غلط فہمی دور کر لینی چاہئے" (ہفت روزہ تسخیر شمار ۱۳) اور چند دن بعد ہی دنیا نے دیکھ لیا کہ طالبان نے کابل فتح کر لیا اور حکمت یار کو دوسری بار اظہار خیال کی مہلت ہی نصیب نہ ہو سکی۔

اب تک افغانستان کے بیشتر حصے پر طالبان کی حکومت قائم ہو چکی ہے عبوری کونسل نے اسلامی شریعت کے نفاذ کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ خیر خواہ اور بد خواہ ممالک اپنے اپنے ردعمل کا اظہار اپنے اپنے انداز میں کر رہے ہیں۔ شمالی افغانستان میں شاہ مسعود اور دوستم سے پنجہ آزمائی ابھی باقی ہے۔

ہماری پر خلوص تمنا تو یہ ہے کہ سب سے پہلے تو افغانستان میں امن قائم ہو جو لوگ بے وطن اور بے گھر ہو گئے تھے وہ اپنے گھروں کو واپس جا سکیں اور اپنے اجڑے گھروں کو پھر سے بسانا شروع کر دیں۔ سرزمین افغانستان پر صحیح معنوں میں اسلام کا نفاذ ہو۔ جو صرف شرعی سزاؤں تک ہی محدود نہ ہو بلکہ پورے نظام حکومت کے ہر شعبے میں اسلامی اصولوں پر مبنی نظام قائم کیا جائے۔ اس کا معاشی اور مالی نظام عالمی بنک اور آئی ایم ایف جیسے اداروں کے سازشی قرضوں کے نرغے سے محفوظ رہے۔ طالبان حکومت کے لئے نفاذ اسلام کا سب سے بڑا جہاد ابھی باقی ہے۔ یہ ایسا جہاد ہے جس میں دشمن نظر نہیں آتا۔ اس کے وار کا احساس تک نہیں ہوتا۔ افغانستان کی بقاء اور ترقی صرف اسلام میں ہے۔ طالبان حکومت کی معمولی سی لغزش اسے اسلام کے راستے سے ہٹا کر سازشوں کے جال میں پھنسا سکتی ہے۔ اللہ کرے ان سے کوئی ایسی لغزش سرزد نہ ہو۔ اللہ اس حکومت کو استقامت دے تاکہ کرہ ارض کے کسی خطہ پر اسلام کا نفاذ ہو جو مسلمانان عالم کے لئے مثال بن جائے۔

تاج رحیم

امید کی کرن

مولانا محمد اکرم اعوان

ایک اصول یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول آخری نبی ہیں قرآن حکیم آخری کتاب ہے اور دین اسلام آخری دین ہے کوئی بھی شخص یہ وہم نہ کرے کہ اسلام کبھی بھی کسی زمانے میں بھی دنیا سے مٹ سکتا ہے اس کا امکان ہی نہیں اسلام کا آخری دین ہونے کا معنی ہی یہ ہے کہ یہ کبھی نہیں مٹے گا۔ ہمیشہ روئے زمین پر موجود رہے گا اگر کوئی دین مٹ جانے والا ہو تو اس کی جگہ نیا دین اللہ کی طرف سے بھیجا جاتا ہے نیا نبی معبوث ہوتا ہے نئی کتاب آجاتی ہے آخری کتاب آخری رسول سے مراد یہ ہے کہ اس کتاب کو کوئی نہیں چھیڑ سکے گا اور چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ کوئی ایک نقطہ کوئی ایک زیر زبر کوئی ایک حرف اس کا تبدیل نہ کیا جاسکا اس طرح اسے ہمیشہ رہنا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت ہمیشہ رہے گی دین اسلام زمین پر ہمیشہ باقی رہے گا۔ حالات بدلتے رہتے ہیں اور حالات کی تبدیلی لوگوں کے کردار کے ساتھ اللہ کریم کے ہاں ان کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے جب لوگوں کا نصیب بگڑتا ہے بدبختی آتی ہے برائی کرتے ہیں تو دین پہ آنچ نہیں آتی اگر دین پہ آنچ آتی تو قرآن کریم میں تبدیلی آجاتی دین پہ آنچ آتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ مٹ جاتا دین پہ آنچ آتی تو دین کے احکام غائب ہو جاتے ایسا نہیں ہوتا لوگوں کو دین سے محروم کر دیا جاتا ہے دین اپنی جگہ قائم رہتا ہے دین دار باقی رہتے ہیں ہر معاشرے میں قرآن پڑھنے والے قرآن سمجھنے والے قرآن کو حفظ کرنے والے موجود رہتے ہیں دین پر عمل کرنے والے دین کو جاننے والے دین کو سیکھنے والے دین کو سکھانے والے باقی رہتے ہیں لیکن عامتہ الناس کی یہ بدنصیبی یا ان کی برے کردار یا برے اعمال کی سزا ہوتی ہے کہ انہیں اسلام کی برکات سے محروم کر دیا جاتا ہے اور ان پر غیر اسلامی نظام غیر اسلامی طرز کے حکمران غیر اسلامی طرز کے کاروبار مسلط کر دیے جاتے ہیں اور یوں ان کی زندگی ہمیشہ کے لئے اسلام کی روشنی اور اسلام کے نور سے محروم ہو جاتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ اب کبھی اسلام کا غلبہ نہ ہو گا۔

یہ صورت حال اس وقت بہت شدید تھی جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے روئے زمین کے کفر کو للکارا تو کفار مذاق اڑاتے تھے کہ روئے زمین پر قیصرو کسریٰ جیسی سلطنتیں موجود ہیں بڑے بڑے جابر حکمران موجود ہیں بڑے طاقتور نظام موجود ہیں اور ایک عام آدمی سے لے کر

ایک شہنشاہ تک اپنے کافرانہ یا غیر اسلامی رنگ میں رنگا ہوا اپنے حال میں مست ہے یہ چند لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کر رہے ہیں یا آپ ؐ کی ایک ذات یہ اس روئے زمین کے کفر کا بگاڑیں گے کیا اور پھر وہ عظمت باری کا مذاق اڑاتے کہ ایسا کونسا پروردگار انہیں مل گیا ہے کون ہے وہ خدا جو ان کی مدد کرے گا اس سارے نظام کو بدل دے گا کیسے ممکن ہے کس کس کو روکیں گے یہ کس کس سے مقابلہ کریں گے کس کس سے اپنی بات منوائیں گے تو ارشاد ہوا۔ کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی باتوں پر توجہ ہی نہ دیں اور ان کا جواب دینے کی کوشش ہی نہ کریں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام یہ ہے۔

اللہ کا شریک کسی بت کو بنالے یا اللہ کا شریک کسی دوسرے کو بنالے بلکہ سب سے بڑا شرک یہ ہوتا ہے سب سے بڑا شرک جو سب سے آخر میں بندے کے اندر سے نکلتا ہے اگر ایمان بھی نصیب ہو جائے تو شرک کا جو حصہ بہت مشکل ہے گرا دینا اور جو سب سے آخر میں کسی کے اندر سے نکلتا ہے وہ ہوتا ہے اپنی ذات کی پوجا کرنا۔

"آپ نے ایسے لوگوں کو دیکھا نہیں جنہوں نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے" خواہش نفس کو یعنی اللہ کے مقابلے میں اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی خواہش کی اطاعت کرنا یہ شرک کا وہ عظیم درجہ ہے جو سب سے آخر کسی کے اندر سے نکلتا ہے۔ تو یہ ضروری نہیں کہ یہ

یہ ایک اصولی بات ہے کہ آپ کسی بات کی وضاحت میں لگیں گے تو آپ کا وقت خرچ ہو گا آپ کی طاقت خرچ ہوگی آپ کی محنت لگے گی وہ محنت وہ طاقت وہ وقت آپ اپنے مقصد کی تعمیر پہ لگایئے جتنی دیر آپ نے کسی کے ساتھ جھگڑا کرنا ہے اس کے لئے جواب اور دلائل تلاش کرنے ہیں اتنی دیر اللہ کے احکام بیان کیجئے۔

جو حکم اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بیان کریں ان کی طرف کوئی نظر التفات نہ فرمائیں ان کی بات کو کوئی اہمیت نہ دیں ان کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیں۔ یہ ایک اصولی بات ہے کہ آپ کسی بات کی وضاحت میں لگیں گے تو آپ کا وقت خرچ ہو گا آپ کی طاقت خرچ ہوگی آپ کی محنت لگے گی وہ محنت وہ طاقت وہ وقت آپ اپنے مقصد کی تعمیر پہ لگایئے جتنی دیر آپ نے کسی کے ساتھ جھگڑا کرنا ہے اس کے لئے جواب اور دلائل تلاش کرنے ہیں اتنی دیر اللہ کے احکام بیان کیجئے۔

جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں پر بھروسہ کر لیا ہے ان کی کوئی پرواہ نہ کیجئے۔ مشرک صرف وہ نہیں ہوتا جو اللہ کا شریک کسی بت کو بنالے یا اللہ کا شریک کسی دوسرے کو

آیت کریمہ بتوں کی پجاریوں دیوتاؤں کے پجاریوں کو یا دوسروں کو اللہ کے شریک کرنے والوں کی بات کہہ رہی ہو بلکہ خواہش نفس کے اسیر سب سے بڑے مشرک ہوتے ہیں اور دین پر طنز کرنے والوں میں سب سے آگے آگے خواہشات نفس کے اسیر ہوتے ہیں وہ طنز جو نام نہاد مسلمان کرتا ہے وہ طنز آپ نے کسی ہندو کے منہ سے نہیں سنا ہو گا جو طعنہ نفاذ اسلام کے جواب میں یا جو سخت بات دین کے مقابلے میں خود کو مسلمان کہلانے والا آپ سے کہے گا وہ سخت بات کوئی ہندو کوئی سکھ کوئی عیسائی کوئی یہودی نہیں کہے گا۔ یہودی کہے گا تو وہ یہ کہے گا کہ آپ کے اسلام سے میری یہودیت بہتر ہے۔ ہندو کہے گا تو وہ یہ کہے گا کہ اسلام مذہب ہے لیکن ہمارا مذہب اس

ہم اس حال کو پہنچ چکے ہیں کہ ہماری سیاسی جماعتوں کا کوئی لیڈر بھی خود آئین پاکستان کو قابل عمل نہیں مانتا

سے بہتر ہے نام نہاد مسلمان کہتا ہے یہ قابل عمل ہے ہی نہیں اور یہ کسی ہندو کسی سکھ کسی عیسائی کسی یہودی نے نہیں کہی نام نہاد مسلمان کہتا ہے کہ اسلام جو سزائیں دیتا ہے یہ وحشیانہ ہیں اب اگر اس نظام کو اس انداز میں کہا جائے تو اللہ کی ذات پر تو اعتراض آتا ہی ہے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم کی عظمت اس سے مجروح نہیں ہوتی کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر وحشیانہ مظالم ڈھائے جو شرعی سزائیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جاری فرمائیں اگر انہیں وحشیانہ کہا جائے تو ان وحشیانہ سزاؤں کا اجرا کرنے والا کون ہے۔ کس تک بات پہنچے گی اور ایسا کیوں کہتے ہیں۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے ملک میں یہ کیا سارا شریفانہ ہے؟ یہ قتل و غارت گری یہ زنا بالجبر یہ ڈاکے یہ لوٹ مار اور لوٹ مار کا سرکاری انداز اور غریبوں پر بے پناہ ٹیکسوں کا بوجھ جو وہ ادا کرنے سے قاصر ہیں حکمرانوں کی لوٹ کھسوٹ؟ اور بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ ہم اس حال کو پہنچ چکے ہیں کہ ہماری سیاسی جماعتوں کا کوئی لیڈر بھی خود آئین پاکستان کو قابل عمل نہیں مانتا۔

صرف دین کو نہیں بلکہ آئین پاکستان کو بھی آئین پاکستان میں امیدواروں کی شرائط اور جو ان شرائط کو پورا نہ کرتے ہوں انہیں نا اہل قرار دینے کی شق موجود ہے آئین کے دفعہ 62 اور 63 میں ایک شق میں وہ شرائط دی گئی ہیں۔ اللہ کو ماننے والا ہو احکام شریعت پر عمل کرنے والا ہو بد دیانت نہ ہو لوگوں میں بدکار مشہور نہ ہو برائی میں ملوث نہ ہو اسی طرح کی بارہ چودہ خصوصیات جو ایک نیک اور شریف مسلمان میں ہونی چاہیں وہ دی گئیں ہیں دوسری شق میں یہ ہے کہ اگر اس میں یہ چیزیں نہ پائی جائیں یہ خصوصیات نہ پائی جائیں تو اسے الیکشن یا اسمبلی میں جانے سے نا اہل قرار دیا جائے۔ جب دستور پاکستان بنا تب سے یہ شق ساتھ موجود ہے لیکن یہ دیباچے میں رکھی گئی تھی آئین میں نہیں تھی آئین کے دیباچے میں تھی۔ یہ جو اٹھویں ترمیم کا شور آپ سنتے ہیں اس آٹھویں ترمیم نے جو سب سے بڑی تبدیلی کی وہ یہ تھی کہ اس دفعہ باسٹھ اور تریسٹھ کو دیباچے سے اٹھا کر دستور کا حصہ بنا دیا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ جو آئین بنتا ہے اس پر اسمبلی قانون بناتی ہے کہ اس پر عمل درآمد کیسے کیا جائے جو نہ مانے اسے سزا کیا دی جائے اس کا طریقہ کار کیا ہو وہ طے کرتی ہے پھر عدالتیں اور انتظامیہ اس پر عمل کرواتی ہیں کتنے مزے کی بات ہے کہ ان دو شقوں پر آج تک دستور سازی کی ہی نہیں گئی یعنی کسی بھی اسمبلی میں اور کسی بھی زمانے میں ان پر انہیں دستور یا قانون نہیں بنایا گیا نہ ان پر بحث کی گئی نہ ان کا طریقہ کار بنایا گیا نہ عدلیہ ان پر عمل کرا سکتی ہے نہ انتظامیہ ان کے مطابق کسی کو پوچھ سکتی ہے چونکہ انہیں دستور کا حصہ اور قانون کی شکل میں ڈھالا ہی نہیں گیا اب جب قانون کی شکل میں نہیں ڈھالا گیا تو آج عمل کیسے ہو سکتا ہے گذشتہ دو ڈھائی سال سے ہماری کسی دستور ساز اسمبلی نے کوئی قانون نہیں بنایا سارا نظام صدارتی آرڈیننز پہ چل رہا ہے صدر صاحب نے آرڈیننز جاری کر دیئے ہر کام کے لئے آرڈی ننس جاری ہو سکتا ہے تو یہ بھی ایک پیراگراف کا آرڈی ننس ہے کہ اب کے الیکشن میں ان دو شقوں پر عمل درآمد کیا جائے اور بات ختم لیکن کوئی صدر نہیں کرتا اور مزے کی بات یہ ہے کہ کوئی پارٹی کروانا نہیں چاہتی نہ حکومت کی پارٹی اور نہ اپوزیشن کروانا چاہتی ہے کہتے کیا ہیں۔

وزیر اعظم کا بیان شاید آپ کی نظر سے گزرا ہو کہ ان شقوں پر عمل در آمد ممکن نہیں ہے اور ایسے لوگ دستیاب ہی نہیں مل ہی نہیں سکتے۔ جو لوگ یہ شقیں بتلاتی ہیں وہ نہیں مل سکتے یہی جواب اپوزیشن لیڈر کا بھی ہے کہ ان شقوں کے مطابق افراد میسر ہی نہیں ایسے بندے کہاں سے لاؤ گے اگر ایسے کوئی بندے ہوں گے تو الیکشن جیت نہیں سکیں گے تھوڑا سا فرق ہے

حکومتی پارٹی نے کہا ایسے بندے مل ہی نہیں سکتے اور اپوزیشن نے کہا اگر ایسے لوگ مل بھی جائیں وہ الیکشن نہیں جیت سکتے یعنی دونوں کا خیال یہ ہے کہ دیانت دار اور باعمل مسلمان ان کی جماعتوں میں ناپید ہیں چونکہ سارے ملک

سہی ہمیں موقع مل جائے حکومت کرنے کا لیکن جب بات آتی ہے تو اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور یہ آج کی بات نہیں آج تو بڑے بڑے دانشوروں کو ناامید کر دیا نا ان کے مذاق نے میں آج بھی پڑھ رہا تھا محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو روزنامہ "خبریں میں" وہ بڑے زور سے اس بات پر ڈٹے ہوئے ہیں ان کے آج کے مضمون کا حاصل بھی یہی تھا اگرچہ شاید انہوں نے ہندوؤں کا نام نہ لیا ہو لیکن ان کا خیال یہ ہے کہ ہندو اس ملک کو فتح کر لیں گے اور مسلمانوں کا قتل عام کریں گے اور پھر ہندو مسلمان ہو جائیں گے اور اسلام کو بڑی ترقی ہوگی۔ بھئی آپ اتنا تکلف کرتے ہیں ہندو کو مسلمان ہونا قبول کر لیتے ہیں تو مسلمانوں کی توبہ قبول کرنے میں آپ کو کیا تامل ہے آپ یہ

حکومتی پارٹی نے کہا ایسے بندے مل ہی نہیں سکتے اور اپوزیشن نے کہا اگر ایسے لوگ مل بھی جائیں وہ الیکشن نہیں جیت سکتے یعنی دونوں کا خیال یہ ہے کہ دیانت دار اور باعمل مسلمان ان کی جماعتوں میں ناپید ہیں چونکہ سارے ملک کے تو وہ ٹھیکیدار نہیں ہیں نا وہ اپنی پارٹی کی بات کر سکتے ہیں تو ان کی رائے میں دونوں جماعتوں میں باعمل باکردار نیک صالح اور باایمان مسلمان موجود نہیں

کے تو وہ ٹھیکیدار نہیں ہیں نا وہ اپنی پارٹی کی بات کر سکتے ہیں تو ان کی رائے میں دونوں جماعتوں میں باعمل باکردار نیک صالح اور باایمان مسلمان موجود نہیں تو جب یہ المیہ سربراہوں کا ہوگا سربراہ کے سامنے اسکی جماعت پوٹلی کی طرح ہوتی ہے جب چاہے پوٹلی کھول کے ساری کو دیکھ لیتا ہے۔ اب جب ان کا اپنا یہ حال ہے تو وہ بجا طور پر مذاق اڑاتے ہیں دینی احکام کا دینی اساس کا دینی عقائد و نظریات کا دینی نظام کا۔

ایک طریقہ کار ہے اپنی حکومت کو قائم رکھنے کے لئے دین کا نام بھی لیتے ہیں اور حزب مخالف والے اپنی باری آگے لانے کے لئے کے دین کے نام پر ہی سہی دین کا نام بھی لیتے ہیں ہمیں اقتدار مل جائے وہ سمجھتے ہیں دین کے نام پر ہی

کیوں نہیں کہتے کہ اس ملک میں ایسے مسلمان بھی موجود ہیں جنہیں جب اپنی ذمہ داری کا احساس ہو گیا تو آن واحد میں کایا پلٹ جائے گی۔ ہندو کے مسلمان ہونے میں دیر لگے گی یہ جو تبلیغی جمات کا اجتماع ہوتا ہے اگر یہ اس طرف پلٹ گئے آن واحد میں اگر اللہ نے ان کے دل میں ڈال دی کہ جناب یہ تسبیحات سے بڑھ کر ہمیں کچھ اور بھی کرنا ہے تو میرے خیال میں تو پل کی دیر بھی نہیں لگے گی۔

اور خدا کے بندے علمائے کرام اور مساجد اور مدارس جو بھرے ہوئے ہیں یا اللہ اللہ کرنے والے لوگ جو اس ملک میں بستے ہیں آخر تیرہ کروڑ ہیں کوئی سارے بدمعاش بے دین اور بدکار تو نہیں ہیں یہ تو چند لاکھ ہوں گے یہ غنڈے

اور بے دین اپنی تعداد میں چند لاکھ ہوں گے یہ کروڑ نہیں بنتے تیرہ کروڑ کی آبادی دین دار لوگوں کی ہے جو تپتی دوپہر میں سارا دن مزدوری کرتے ہیں اور روزہ ضائع نہیں کرتے یہ تو ائیر کنڈیشنوں میں بیٹھ کر شراب پیتے ہیں ان سے روزہ نہیں رکھا جاتا۔ سارا دن مزدوری کرنے کے ساتھ نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں

حلال کی روزی کما کر کھاتے ہیں بات صرف یہ ہے کہ انہیں یہ بات سمجھائی نہیں جا رہی کہ تمہاری ذمہ داری صرف نماز روزہ نہیں ہے دین کی حکومت قائم کرنا بھی تمہارے فرائض میں ہے۔ پھر کچھ ہمارے بزرگ دانشور اور علماء حضرات جو انہیں بددل کرنے میں پورا زور لگا رہے ہیں

نہ پڑھا ہو ان حالات کو پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو ان کے جملے اور فقرے پڑھے ہوں یا نہ پڑھے ہوں معترض کے حصہ سے وہی جملہ نکلتا ہے جو مشرکین کے منہ سے عہد نبوی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے عظام کے خلاف نکلتا تھا آخر کیوں؟ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان حق ترجمان سے کلمہ ادا ہوا وہ کلمہ جس کے زبان سے نکلے کتنا ثواب ہو گا کتنی برکات ہیں اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا یہ قرآن ہے وہی قرآن ہے کسی کے پاس اس کا اور کوئی ذریعہ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمادیا یہ حدیث ہے وہی حدیث ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا یہ فقہ ہے وہی فقہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو درود پڑھنے کا حکم دے دیا اس کا مثل کوئی

> اس ملک میں ایسے مسلمان بھی موجود ہیں جنہیں جب اپنی ذمہ داری کا احساس ہو گیا تو ان واحد میں کایا پلٹ جائے گی۔ ہندو کے مسلمان ہونے میں دیر لگے گی یہ جو تبلیغی جماعت کا اجتماع ہوتا ہے اگر یہ اس طرف پلٹ گئے آن واحد میں اگر اللہ نے ان کے دل میں ڈال دی کہ جناب یہ تسبیحات سے بڑھ کر ہمیں کچھ اور بھی کرنا ہے تو میرے خیال میں تو پل کی دیر بھی نہیں لگے گی

کہ آپ تم سے کچھ نہیں ہو گا تم پر عذاب ہی آئے گا تمہیں جہنم ہی جانا ہے ہندوؤں کو بتانے کی فکر میں ہیں کہ وہ اسلام کا کام کریں گے بھئی خدا کا خوف کرو کم ازکم مسلمان کتنا بدکار ہو ہندو سے بہر حال بہتر ہے تو یہ حال جس میں آج ہم ناامید ہو رہے ہیں یہ اس وقت کتنا شدید ہو گا جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم صحرائے عرب کے ایک دور افتادہ چھوٹے سے گاؤں سے پورے روئے زمین کے کفر کو للکار رہے ہیں۔

ایک عجیب بات آپ یاد رکھ لیجئے آج جو اعتراض دین پر دین دار پر کیا جاتا ہے اس کے الفاظ وہی ہوتے ہیں جو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مشرکین مسلمانوں پر کرتے تھے یہ بڑی عجیب بات ہے کسی نے اس زمانے کی تاریخ کو پڑھا ہو یا

دوسرا درود نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمادیا اس کی کوئی مثل نہیں مل سکتا اسی طرح جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی نقل کی جائے تو بدرجہ ہا ثواب ہے اسی طرح ابو جہل یا معترفین اسلام کے الفاظ کو اگر کوئی دہرائے تو اتنا ہی گناہ ہے جتنا ان کو ہوتا تھا۔ تو شیطان اس تسلسل کو قائم رکھتا ہے اور معترضین کے منہ سے وہی جملے نکلواتا ہے جو اس عہد کے مشرکین کے عہد سے نکلتے تھے۔

کوئی طنز کرتا ہے کرے کوئی ناراض ہوتا ہے ہو جائے لیکن اگر آپ تھوڑی سی کاوش کریں اس عہد کے طنز جمع کر لیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ اسلام پر ہوتے تھے جو مسلمانوں پر ہوتے تھے جو اسلام پر ہوتے تھے اور آج کے زمانے کے وہ طنز کے تیر

اکٹھے کرلیں تو آپ سمجھیں گے کہ یہ تو وہی ہیں جو دوبارہ چلائے جارہے ہیں۔

رب جلیل نے اس حال میں حکم دیا۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ نے ارشاد فرمایا ہے وہ لوگوں کو بیان کرو کوئی مذاق اڑاتا ہے اڑائے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے دھڑک وہ بیان کرتے رہیں جس کا حکم دیا گیا ہے وہ بات دہراتے جایئے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے انہیں پرکاہ اہمیت نہ دیجئے۔

فرمایا ہماری ذات موجود ہے اور ان مذاق کرنے والوں کے مقابلے میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کافی ہیں اللہ کفایت کرے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے

میں جانتا ہوں کہ ان کے طعنے ان کے نشتر طعنوں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پہ کیا حال گزرتا ہے کس طرح سے دکھ پہنچاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ غیرت الٰہی یہ دیکھ رہی ہے کہ ان کا ایک ایک طعنوں کا تیر قلب اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جاکر لگتا ہے ذات اقدس رسول اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتا ہے۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو دکھ پہنچاتا ہے''

فرمایا ''میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مجھ پر چھوڑ دیں تو میری حمدوثنا بیان کر میرا ذکر کر مجھے یاد کر میرے بارگاہ میں سجدے کرتا رہ اور ان سے نپٹنا یہ میرے ذمے ہے انہیں میرے سپرد کر میں جانوں اور یہ جانیں''۔

کوئی طنز کرتا ہے کرے کوئی ناراض ہوتا ہے ہو جائے لیکن اگر آپ تھوڑی سی کاوش کریں اس عہد کے طنز جمع کرلیں جو حضور علیہ الصلوۃ السلام پر ہوتے تھے جو مسلمانوں پر ہوتے تھے جو اسلام پر ہوتے تھے اور آج کے زمانے کے وہ طنز کے تیر اکٹھے کرلیں تو آپ سمجھیں گے کہ یہ تو وہی ہیں جو دوبارہ چلائے جا رہے ہیں

مقابلے میں پھر چشم فلک نے دیکھا کہ جسے وہ مذاق میں اڑاتے تھے وہ حقیقت بن کر روئے زمین پر چھا گیا اور اعتراض کرنے والوں کے پاؤں کسی زمین پر نہ ٹک سکے۔ فرمایا

انہوں نے اللہ کے مقابلے میں دوسرے معبود بنا رکھے ہیں کسی کو غیر ملکی حکومت پہ بھروسہ ہے کسی کو غیر ملکی سرمائے پہ بھروسہ ہے اور کسی کی خواہش نفس جو ہے وہ اس کا معبود بن گئی ہے اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ دیا ہے اور دوسرے معبود بنالیے ہیں

فسوف یعلمون لیکن انہیں جلدی پتہ چل جائے گا زیادہ دور کی بات نہیں ہے جلدی ساری صورت حال ان کے سامنے آجائے گی اور پھر فرمایا ''میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں جانتا ہوں کہ ان کے طعنے ان کے نشتر طعنوں کے آپ

''دنیا کے حالات کہیں سے کہیں چلے جائیں جب تک سانس باقی ہے تب تک اپنے رب کی اطاعت کرتا رہ'' یہ وہ قانون ہے جو اتنا اہم ہے کہ امت کو دینے کے لئے اللہ کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنایا کسی قانون یا کسی اصول کو جب اہم قرار دیا جاتا ہے تو کہا جائے کہ یہ بات اس ملک کے صدر کو بھی اس سے استثنیٰ نہیں اسے بھی یہ کرنی پڑے گی گویا کوئی دوسرا شہری اس سے استثنیٰ نہیں جب نبی علیہ الصلوۃ السلام کی ذات کو خطاب کیا جاتا ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جسے اس پر عمل نہ کرنا ہو سب کے لئے ضروری ہے۔

ت کے حال کا بہترین نسخہ جو اللہ نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ لوگو! احیائے اسلام کے لئے انقلاب اسلامی کے لئے نفاذ دین کے لئے اللہ کے احکام کو اپناؤ۔ اپنے عمل سے اپنے کردار سے اپنی تقریر سے اپنی تحریر سے اپنی کوشش سے اپنی محنت سے اسلام کے احکام کو اپناؤ اور رہ گئے اعتراض کرنے والے ان کی باتوں پہ توجہ نہ دو ان کی باتیں سن کر بددل ہونا چھوڑ دو ان کی باتیں سن کر ہمت ہارنا چھوڑ دو۔

یہود کی گرفت کو دیکھ کر امریکہ کی فوج کو دیکھ کر ہندوستان کی طاقت کو دیکھ کر سائنسی تجربات یا اٹامک پاور کو دیکھ کر بددل ہونا چھوڑ دو اس لئے کہ فرمایا سب کو میں سمجھوں گا

چلے جاتے ہیں جب ہم سمجھتے ہیں کہ شاید میرے مالی وسائل غیر شرعی طریقے سے یا فلاں بدمعاش کی خدمت کرنے سے پورے ہونگے تو ہم اپنی دیانت امانت نیکی چھوڑ کر اس کی خدمت میں جا بیٹھتے ہیں جب ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں فلاں پارٹی یا فلاں لیڈر یا فلاں سیاست دان یا فلاں صاحب کے ساتھ رہ کر ملے گی وہ دین دار ہو یا بے دین ہو وہ بدکار ہے یا شرابی ہے وہ نشہ باز ہے یا ڈاکو ہے جیسا بھی ہے وہ ہمیں عزت دے گا اس کے ساتھ ہمارا نام آئے گا تو عزت ملے گی تب ہم دین کو چھوڑ کر اس طرف چلے جاتے ہیں فرمایا یہ جارہا ہے کہ تم اس سے دین منوانا تو بعد کی بات ہے پہلے دین کو خود مانو اور یہ یقین کر لو کہ تمہاری بقا

آج کے حال کا بہترین نسخہ جو اللہ نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ لوگو! احیائے اسلام کے لئے انقلاب اسلامی کے لئے نفاذ دین کے لئے اللہ کے احکام کو اپناؤ۔ اپنے عمل سے اپنے کردار سے اپنی تقریر سے اپنی تحریر سے اپنی کوشش سے اپنی محنت سے اسلام کے احکام کو اپناؤ اور رہ گئے اعتراض کرنے والے ان کی باتوں پہ توجہ نہ دو ان کی باتیں سن کر بددل ہونا چھوڑ دو ان کی باتیں سن کر ہمت ہارنا چھوڑ دو

فرمایا ''اسلام کا مذاق اڑانے والوں سے میں نبٹ لوں گا'' اب کوئی کتنی طاقت بنالے پروردگار عالم کے مقابلے میں نہیں بنے گی خالق اور مخلوق کا کیا مقابلہ قادر مطلق اور محتاج کی کیا ٹکر فرمایا یہ کام تمہارا نہیں ہے تمہارا کام یہ ہے کہ تمہیں اللہ پر وہ یقین حاصل ہو جائے کہ ہر حال میں تم یہ سمجھو کہ ہمارے لئے بقا صرف اسلام کی پیروی میں ہے ہمارا تحفظ اسلام کی پیروی میں ہے ہماری آبرو اسلام کی پیروی میں ہے۔ یاد رکھیں کب ہم اسلام سے ہٹتے ہیں اسلام سے عمل کرنے سے ہم کیوں چھوٹتے ہیں کیون چھوڑ دیتے ہیں جب ہم سمجھتے ہیں کہ شاید ہمیں وہاں سے حفاظت ملے گی ہم اسلام کو چھوڑ کر وہاں

تمہاری بقا تمہاری عزت تمہاری روزی تمہارا نفع دین ہے دین کو چھوڑ کر کوئی منافع نہیں۔ جب تم خود قبول کر لو گے جب اللہ کے ایسے بندے جو اللہ پر اعتماد کر کے غیر اللہ کے مقابلے میں آجائیں گے تو فرمایا اللہ اپنے بندوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ اور مذاق کرنے والوں سے فرمایا میں خود نبٹ لوں گا اس لئے کہ انہوں نے میرے مقابلے میں دوسرے معبود بنالیے ہیں ان کی امیدیں دوسروں سے وابستہ ہیں ان کی امید میں غیر ملکی طاقتوں سے غیر ملکی سرمایے سے غیر ملکی دساتیر سے غیر ملکی انداز سے انہوں نے اپنی امیدیں وابستہ کر لی ہیں حالانکہ اسلام پر طنز کر کے وہ ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

مرتکب ہو رہے ہیں اور فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ قادر مطلق کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ایذا پہنچائی جائے تو وہ لوگ بچ سکیں گے عذاب الٰہی سے یا اللہ کی گرفت سے ممکن نہیں ہے۔

سو میرے بھائی دیر ہو یا سویر ہو فرمایا ممکن ہے تم سننے والے لوگ جو ہو کل تم نہیں ہو انقلاب کے آنے سے پہلے دنیا سے چلے جاؤ تو ایک بات یاد رکھو کہ جتنے مشکل بھی حالات آجائیں۔ فسبح بحمد ربک

اپنے پرودگار کی پاکی بیان کرتے رہو اللہ اللہ کرتے رہو ذکر کرتے رہو درود پڑھتے رہو

اگر تم نے کفر سے مرعوب ہونا چھوڑ کر اسلام کا ساتھ دیا دنیا سے چلے بھی گئے تو انقلاب لانے والوں کی فہرست میں تمہارا نام شامل ہو گا۔ اس لئے کہ آدمی کو تو جانا ہے اسے اپنی مہلت اپنی فرصت کا علم نہیں ہے کہ کب ختم ہو رہی ہے تو میرے بھائی اسلامی انقلاب کی بنیاد یہ ہے کہ میں اور آپ اپنے آپ کو اللہ پر یقین دلا دیں کہ ہماری عزت بھی اللہ کے ساتھ اور اللہ کے دین کے ساتھ ہے ہمارے بقا بھی دین کے ساتھ ہے ہماری روزی بھی دین کے ساتھ ہے ہمیں جو کچھ ملنا ہے وہ دین میں ملنا ہے دین چھوڑ کر کچھ نہیں ملنا اس لئے کہ دین کا مذاق اڑانے والے بالآخر عذاب الٰہی کی گرفت میں آجاتے ہیں اور اب تو اسلامی انقلاب گھر کی منڈیروں سے جھانک رہا ہے اب تو اندھے بندے کو بھی نظر آرہا ہے کہ انقلاب آرہا ہے انقلاب کا موسم ہے وقت ہے۔ سو میرے بھائی اپنے آپ کو یقین کی دولت سے مالا مال کرو یقین کی دولت اللہ کی عبادت فرائض کی ادائیگی اور اللہ کے ذکر سے نصیب ہوتی ہے رزق حلال سے نصیب ہوتی ہے صدق مقال سے نصیب ہوتی ہے حلال کماؤ سچ بولو دیانت داری سے زندہ رہو اللہ کریم انقلاب اسلامی کے لئے ہمیں قبول فرمالے۔ انشاء اللہ غلبہ اسلام ہو گا کہ اسلام کو ہمیشہ رہنا ہے۔ کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہو گا نئی کتاب نہیں آئے گی اس کا مطلب ہے کہ یہ کتاب جاری و ساری رہے گی نبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہے گی اسلام باقی رہے گا اور باقی رہنے سے مراد یہ ہے کہ اسلام کو غلبہ نصیب ہو گا مغلوب ہو کر اسلام اسلام نہیں رہتا اللہ کا حکم ہے اور یہ حاکم ہو کر رہتا ہے انشاء اللہ العزیز وہ لمحہ آپہنچا ہے جب اسلام حاکم ہونے کو ہے۔

عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قیل وما ریاض الجنۃ قال حلق الذکر (احمد والترمذی)

ترجمہ: "حضرت انسؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا جنت کے باغوں کے پاس سے جب تمہارا گزر ہو تو تم بھی ان میں سے اپنا پورا حصہ لے لو۔ پوچھا گیا جنت کے باغ کیا ہیں۔ فرمایا ذکر کے حلقے"

عہد خلافتِ راشدہ پر ایک نظر

محمد عبدالستار انصاری

16 اگست 1996ء کو لاہور میں مسلم لیگ (ن) کی صوبائی کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے میاں محمد نواز شریف نے کہا کہ ہم سر اقتدار آکر "راشدین" کا نظام نافذ کریں گے جس میں نائب قاصد سے لیکر صدر مملکت تک کا احتساب ہوگا انہوں نے اس ضمن میں "عہد فاروقی" کے عدل و انصاف کی بابت "کرتے والی" مشہور مثال بھی پیش کی جس سے احتساب و مواخذے کا ارفع تصور مبرھن ہوتا ہے۔ اپوزشن لیڈر نے خلفائے راشدین کا نظام نافذ کرنے کا تصور اور منشور اپنانے کی بات کر کے یقیناً بہت اچھے اور بلند خیالات کا اظہار کیا ہے لیکن کل کلاں اگر وہ بر سراقتدار آنے کی صورت میں اپنے قول اور تصور کو حقیقت کا رنگ نہیں دے پاتے تو ان کی مشکلات میں اضافہ ہونا قابل فہم ہو گا۔ اب جب کہ میاں صاحب کے ان خیالات کا ہر جگہ تذکرہ ہو رہا ہے' اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے زریں دور کا ایک طائرانہ جائزہ قارئین کے لئے پیش کر دیں۔

پہلے چار خلفاء کے عہد خلافت میں نظام حکومت صحیح معنوں میں قرآن و سنت سے معنوں اور ہم آہنگ تھا اور حکومت کی دستوری روح زندہ تھی' جیسے عہد رسالت میں تھی اس لئے اسے خلفائے راشدین کا دور کہتے ہیں (بعض مورخ حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد حکومت کو بھی خلفائے راشدین کے عہد میں شامل کرتے ہیں لیکن معروف معنوں میں عہد خلافت راشدہ سے مراد چار پہلے خلفائے اسلام کے عہد کو ہی لیا جاتا ہے) خلافت راشدہ کے عہد کی نمایاں خصوصیات جمہوری اور شورائی نظام بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ فلاحی مملکت کے تمام اہم تقاضوں کی تکمیل اور خلفائے راشدین کا بزعم خود شاندار کرادر کے حامل ہونا وغیرہ ہیں۔

خلافت راشدہ کی بڑی صفت یہ تھی کہ وہ ایک جمہوری اور شورائی نظام تھا اور حکومت کے ہر ادارے میں مشاورت کی سپرٹ اور روح شامل تھی۔ خلیفہ کا انتخاب معزز جید صحابہ کرام' دیگر بزرگان دین اور عوام کی قطعی رضامندی سے عمل میں آتا تھا' حضرت ابوبکر صدیق کا انتخاب سقیفہ بنی ساعدہ میں >مشاورت اور جرح و تعدیل کے بعد ہوا اور ساری امت اسلامیہ نے اسے بخوشی تسلیم و قبول کیا' حضرت عمر کی نامزدگی انتخاب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا سب کے سب حتی کے حضرت علیؓ راضی بھی ہو گئے اگرچہ رضامندی سے پہلے انہوں نے کئی ایک اعتراضات بھی پیش فرمائے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے مناسب جوابات اور معقول وضاحتوں سے انکی تسلی و تشفی کر دی اس کے بعد مسجد میں عام بیعت بھی ہوئی اور سب نے اسے منظور کیا حضرت عثمانؓ کا

انتخاب بزرگ ترین صحابہ کبار کی کمیٹی نے مدینہ کے سب افراد سے مشورہ کر کے کیا حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کو خلافت کا بوجھ سنبھالنے کے لئے جب مہاجرین اور انصار کے چند بزرگوں نے درخواست کی تو آپ نے فرمایا تمہیں کسی کو خلیفہ بنانے کا اختیار نہیں ہے یہ تو اہل شوریٰ اور اہل بدر کا کام ہے جس کو اہل شوریٰ اور اہل بدر خلیفہ بنائیں گے وہی "خلیفہ قرار پائیگا ہم جمع ہونگے اور اس معاملے پر غور کریں گے" اسلام کے "نظام انتخاب" کی یہ کتنی عمدہ وضاحت تھی اور اس میں کلام نہیں کہ حضرت علیؓ کے عہد تک خلافت ایک " انتخابی منصب" رہا مسلمان اپنی مرضی سے اپنے میں سے بہترین شخص کو منتخب کرتے کوئی دھونس دھاندلی اور چور دروازے سے امت پر مسلط اور حکومت پر قابض نہیں ہو سکتا تھا' خلیفہ کے علاوہ صوبوں کے " والی اور احکام" بھی لوگوں کے مشورے سے منتخب اور مقرر و متعین کئے جاتے تھے اگر کسی جگہ کے لوگ کسی' حاکم کو ناپسند فرماتے تو اسے وہاں سے تبدیل کر دیا جاتا تھا۔

علاوہ ازیں خلفاء تمام معاملات و امور انجام دینے سے پہلے مجلس شوریٰ پارلیمنٹ سے مشورہ کرتے رائے ضرور لیتے اور ان کو مشورہ اور آراء سے پالیسی طے کرتے اور بعد ازاں نافذ العل کرتے۔ اگر معاملہ شوریٰ میں فیصل اور نتیجہ خیز نہ ہو پاتا تو اسے عامتہ المسلمین کے سامنے پیش کرتے اور سب مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرتے تھے اس طرح سے نظام حکومت میں جمہوریت اور مساوات کی روح اور قوام شامل تھا۔ مزید برآں ہر مسلمان کو آزادی رائے آزادی اظہار یعنی تقریر و تحریر اور حکومت پر خفی و جلی اور جائز و ناجائز حد تک حکومتی معاملات پر تنقید کی اجازت تھی تاکہ فکر و اظہار کے چشمے پھوٹتے رہیں اور عوامی شعور پختگی و بلوغت پر نکتہ چینی کا لوگوں کا پورا حق حاصل تھا جسے وہ اپنے فرائض دینی کا جز سمجھتے تھے تاکہ ملک میں برائی کا تدارک اور نیکی کا نفاذ اور فروغ ہو۔ خلفائے راشدین نے مسلمانوں کے اس جذبہ ایمانی کی کما حقہ حوصلہ افزائی کی صدیق اکبرؓ نے خلیفہ بنتے ہی مسلمانوں کو آگاہ فرما دیا کہ "اگر میں فلاح بہبود کے کام کروں تو میرا ساتھ دینا اور میری مدد کرنا اور اگر غلط روی اور کج فہمی اختیار کروں تو میری اصلاح اور درستی کرنا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ خلافت میں فرمایا کہ "میں اس شخص کو پسند کرونگا جو مجھے میرے عیبوں اور کمزوریوں سے آگاہ کرے گا" یہی وجہ ہے کہ کئی بار عوام کے جم غفیر میں لوگوں نے آپ کو ٹوکا اور آپ کے ذاتی اور سرکاری معاملات اور کارکردگی کا محاسبہ کیا۔ آپ کے دربار میں کوئی محافظ و محافظی دستہ نہیں تھا حتی کہ چپڑاسی تک نہ تھا۔ ہر شخص بلا تامل اور بغیر روک ٹوک آپ تک رسائی میں کامیاب ہوتا تھا۔ صوبوں کے حکام عمال اور گورنروں کو بھی ایسی ہی تاکیدات اور ہدایات تھیں کہ "دروازے پر دربان نہ ہوں اور عوام کو پاس آنے میں دقت اور تکلیف نہ ہو"

حج کے موقع پر سب اعمال اکٹھے ہوتے تو اعلان عام ہوتا کہ "جس شخص کو جس حاکم اور گورنر سے شکایت ہے وہ پیش کرے ہر شکایت اور اعتراض کی شفاف تحقیق و تصدیق کی جاتی اور قصور وار عامل اور حکومتی عہدیدار کو عوام الناس کے سامنے قرار واقعی سزا دی جاتی اور عہدے سے سبکدوش بھی کر دیا جاتا حضرت عثمان کے خلاف سبائی فرقے نے بے شمار من گھڑت الزامات لگائے اگرچہ صحابہ کرام کو موقف تھا کہ ان حضرات کا مقصد بے بنیاد فرو گزاشتیں جتا جتا کر آپ کو خلافت سے معزول کرنا ہے لیکن حضرت عثمان نے بغیر شرعی حد کے کسی کو قتل کرنا ناموزوں خیال کیا اور ان باغیوں کے وفد بلاکر کو ان کی شکایات سنیں اور رفع کرنے کی یقین دھانی بھی کرائی اور ہر الزام کا جامع اور

مفصل جواب بھی دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت زیادہ تر خانہ جنگیوں اور شورشوں میں ہی گزرا تاہم وہ تمام عمال کی سخت نگرانی اور احتساب کرتے تھے اور عوامی شکایات کو کبھی فراموش نہیں کرتے تھے"

جمہوری نظام کے استحکام واعتصام کے لئے خلافت راشدہ کے دور میں تمام شہریوں کے بنیادی انسانی حقوق اور ان کی شخصی اور سیاسی آزادی کی حفاظت کی جاتی تھی اس سلسلے میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی تمیز و ممیز نہ تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں کسی شخص کو اس کا موقع نہیں دونگا کہ وہ کسی کی حق تلفی یا کسی سے زیادتی کر سکے اس نظام میں عدل و انصاف کے تقاضے اور مقاصد پورے کئے بغیر کسی کو کسی بھی آزادی سے محروم نہیں کیا جا سکتا تھا یہاں تک کہ ایسے شخص کو بھی آزادی سے محروم نہیں کیا جا سکتا تھا یہاں تک کہ ایسے شخص کی بھی آزادی تلف و سلب نہیں کی جاتی تھی جو ظاہری و نظری طور پر حکومت کا باغی ہو لیکن عملاً حکومت کیخلاف بغاوت نہ کر رہا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انصاف کے تقاضے پورے کئے بغیر باغیوں کو قتل کرنا مناسب نہ سمجھا حالانکہ اسی عقیدے کی پاداش میں وہ خود شہید ہو گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو پیغام بھیجا تھا کہ تم کو آزادی حاصل ہے کہ جہاں چاہے رہو البتہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرار داد ہے کہ ناجائز طور پر کسی کا خون نہیں بہاؤ گے۔ بدامنی نہیں پھیلاؤ گے اور کسی پر ظلم و عدوان نہیں کرو گے۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی بات تم سے سرزد ہوئی تو میں پھر تمہارے خلاف جنگ کا حکم دے دونگا؟

خلافت راشدہ ایک معیاری خادم خلق حکومت تھی اس کا مقصد محض ریاست کا اندرونی انتشار و خلفشار سے یا بیرونی حملوں سے بچانا نہیں تھا بلکہ عوام کی حقیقی فلاح و بہبود اور واقعی رفاہ فوز اور ان کیلئے آسانیوں کی فراہمی و دستیابی اصل مقصد تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ خدا کے نزدیک سب سے خوش بخت حاکم وہ ہے جس کے ذریعے اس کی رعایا آسودہ اور خوشحال ہو اور سب سے بد بخت اور نانجار حاکم وہ ہے کہ جس کے سبب اس کی رعایا تکلیف و آزار میں زندگی بسر کر رہی ہو اسی لئے آپ نے سب عمال کو فرمایا کہ تم بھی اپنے آپ کو کج روی سے بچاؤ تاکہ تمہارے مطیع ماتحت کج روی اختیار نہ کریں انہیں یہ بھی ہدایت تھی کہ اپنے دیگر فرائض کے ساتھ لوگوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دیں تاکہ آئینی فلاح کا درست اسلامی تصور اور اس کا راستہ معلوم ہو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی ترویج و تنفیذ ہو تاکہ ریاست تمام عوامی مفادات پر مبنی کوششوں کے فروغ اور حوصلہ افزائی کی موجب قرار پا سکے اور برائیوں کی روک تھام اور انسداد بروقت ممکن ہو سکے۔ یہی وجہ تھی کہ ان دنوں لوگوں کی خانگی زندگی اسلامی و شرعی اصول و ضوابط سے تھی اور ہر مسلمان تعلیمات نبویؐ کا عملی نمونہ اور معیار تھا اس لئے جہاں بھی مسلمان گئے ان کی درخشندہ حیات اور حسن سلوک سے متاثر و مرعوب ہو کر غیر قومیں کثیر تعداد میں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ فلاحی ریاست کا مالی انحصار بیت المال پر تھا جو عوام کا خزانہ تھا اور جس کے انتظام کے لئے تعلیم یافتہ اور ایماندار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقرر کیا جاتا' خلیفہ کو اس پر بے قید تعرض وتصرف کا اختیار نہ تھا وہ اس کو صرف احکام شریعت کے مطابق خرچ کر سکتا تھا اپنی مرضی سے اپنی ذات اور دوسروں پر اس میں سے خرچ نہیں کر سکتا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المال کی حفاظت و حصانت یتیم کے مال کی طرح کرتے تھے اور اسے سب مسلمانوں کی امانت گردانتے تھے' خود ضرورت پڑنے پر وہی خرچ روا رکھتے جو دستور کے مطابق ہوتا مشہور ہے کہ ایک بار بیت المال سے ایک اونٹ بھاگ گیا تو آپ خود اس کی تلاش و کھوج میں

سرگرداں تھے ایک قبائلی سردار اتنے میں ملنے کو آیا تو انکی طرف متوجہ نہ ہوئے اور فرمایا کہ کسی کو کیا معلوم کہ "اس ایک اونٹ پر کتنے غریبوں مسکینوں، ناداروں اور بیواؤں کا حق ہے" جب اس سردار نے کہا کہ "کسی خادم کو ڈھونڈنے کیلئے بھیج دیتے" تو آپ نے جواب دیا کہ مجھ سے بڑھ کر امت مسلمہ کا کون خادم ہو سکتا ہے۔

یہی حال حضرت علیؓ کا تھا کہ بیت المال سے بغیر حق کے خود لیتے نہ دوست اور رشتے داروں یا کسی کو بھی دیتے، حتی کہ آپ کے حقیقی بھائی حضرت عقیل کو جب انہوں نے وظائف کی عام تقسیم سے قبل کچھ دینے سے انکار کر دیا تو وہ ناراض ہو کر امیر معاویہ سے مل گئے۔ اسی طرح آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس آپ کی سخت بز پرسی اور تحقیق و تفتیش سے تنگ آکر علیحدہ ہوگئے لیکن آپ نے پروانہ کی اور بیت المال سے بے جاہ کچھ لینے سے ہر ایک کو منع کیا بلکہ بیت المال سے کچھ لینے کو حرام قرار دیا۔

بیت المال میں تمام ملک کے ٹیکس اور زکوۃ و صداقت کی رقوم وغیرہ بھی جمع ہوئی تھیں اور اس میں سے مستحقین کو باقاعدہ وظائف دیئے جاتے جو ان کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر مقرر و مدون کئے جاتے تیموں لاوارثوں، بے سہاروں اور بیواؤں کا خاص خیال رکھا جاتا اور ان کو گھر بیٹھے ان کے مقررہ وظائف ارسال کئے جاتے نومولود کا وظیفہ روز پیدائش سے ہی جاری دیا جاتا فلاحی و اسلامی ریاست کی یہ انتہائی کامیابی تھی کہ ملک میں سے ناداری، مفلسی مغلوک الحال کا قلع قمع اور خاتمہ ہو گیا۔ یہی اسلامی اخوت و مساوات کا تقاضا تھا اور بیت المال کے قیام کا مقصد انہیں ضرورت کو پورا کرنا تھا۔ خلافت راشدہ نہ تو شخصی ملکیت تھا کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؓ رات کو سرکاری کام میں مصروف تھے اور چراغ جل رہا تھا ایک شخص ملنے کو آیا آپؓ نے فوراً چراغ بجھا دیا اور پھر باتیں شروع کیں فرمایا بیت المال کے چراغ کا استعمال صرف سرکاری کاموں کے لئے جائز ہے باتوں کے لئے نہیں۔ اس کے بعد جب بیت المال اموی دور میں حاکم وقت کی ذاتی ملکیت بنا تو اسلامی روح جسد ملت سے پرواز کر گئی اور کے ساتھ ہی جمہوری نظام کا بھی سنہرا دور ختم ہوگیا۔

کسی ملک کا دستور قانون کتنا ہی ارفع کیوں نہ ہو اگر اس کے حاکم اور منتظم سیرت و کردار کی خوبیوں اور محاسن سے عاری ہوں تو وہ نظام حکومت عوام کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا اس اعتبار سے جب ہم خلافت راشدہ کے دور کا مطالعہ کرتے ہیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس دور کی خوبیوں اور برکتوں اور فوائد کا سرچشمہ خلفاء کا بے داغ مثالی کردار تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق میں ذمہ داری کا احساس اسقدر تھا کہ گھنٹوں رویا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کاش میں پتھر ہوتا مگر امارت کے بار سے آزاد ہوتا شخصی سیرت کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی پر زیادتی نہ کی حق کی راہ میں کبھی کوئی کمزوری نہ دکھائی خدمت خلق کا یہ عالم تھا کہ خلیفہ بننے کے بعد بھی مدینہ کی بیواؤں کا سودا لا کر دیا کرتے تھے اور بکریوں کا دودھ دھویا کرتے تھے تقوی اور پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ خلافت کہ ہمہ وقت ذمہ داریوں اور خدمتوں کے باوجود کوئی معاوضہ لینے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے اور جب بڑی مشکل سے تیار ہوئے تو وفات کے وقت اپنا مکان بیچ کر رقم بیت المال میں جمع کرادی حضرت عمرؓ نے سادگی فرؤتنی اور قناعت کی وہ مثال قائم کی کہ تاریخ اسکی نظیر پیش کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے گی، آپؓ کروفر اور شوکت و سطوت کے قائل اور خواہاں نہ تھے، تمکنت و جلالت نام کو نہ تھی، عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کرتے سب سے ملتے جلتے دربار میں کوئی دربان یا عہدیدار نہ تھا بسا وقت زمین پر سوتے پیدل پھرتے لمبے سفر پر غلام اور خود باری باری سواری کرتے

جب غلام کی باری ہوتی تو نکیل خود پکڑتے لباس کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ کپڑے پیوندوں سے لبریز ہوتے بیت المقدس کی فتح کے وقت جب معاہدے پر دستخطوں کے لئے تشریف لے گئے تو مسلمانوں نے آپ سے عرض کی کہ فاتح کی حیثیت سے آپ عمدہ لباس زیب تن فرمائیں لیکن آپ نے انکار کر دیا کسی بھی احتیاج کی صورت میں آٹے کی بوری خود پیٹھ پر اٹھا کر لے جاتے تھے اور غلاموں اور ضرورت مندوں میں تقسیم فرماتے آپ کا فرمان ہے کہ عمدہ اخلاق کی تعمیر و تزئین اور تعلیم و تربیب باتوں سے نہیں بلکہ عمل سے ممکن ہو پاتی ہے کبھی آپ یوں فرماتے کہ اگر خلافت اور خدمت خلق کے فرائض اس طرح انجام دے سکوں کہ لوگ آرام سے گھروں میں سوئیں تو یہ میری خوش قسمتی اور سعادت و اقبال مندی ہے اور اگر لوگ میرے دروازے پر آنے کو مجبور ہو جائیں تو میری انتہائی بدقسمتی ہے۔ اس طرح سے آپ دن بھر امور مملکت کی انجام دہی میں گذارنے کے علاوہ راتیں عبادت دریافت اور خشوع و خضوع میں گزارتے اور کہتے کہ "اگر میں دن میں غافل ہو جاؤں تو امت تباہ ہو جائے اور اگر رات کو غافل ہو جاؤں تو خود تباہ ہو جاؤں > اور بسا اوقت رات بھی اسی میں صرف ہو جاتی کہ <غریبوں اور مسکینوں کے پرسان حال اور مونس ہوتے اور ان کی ضروریات و احتیاجات کو پورا کرتے" خلق خدا کی بہبودگی و آسائش کو اپنی اور اپنے خاندان کی بہبودگی آسودہ حالی اور سکون پر ہمیشہ توفق و سبقت دیتے ایک بار آپ کی بیٹی نے اہل و عیال کو آرام پہنچانے اور سہولت رسانی کیلئے بیت المال میں سے ان پر خرچ کرنے کو کہا تو آپؓ نے فرمایا کہ اے بیٹی تو نے اپنی قوم کے ساتھ خیر خواہی کی لیکن اپنے والد کے ساتھ بد خواہی کی آپ کا یہ مثالی اور قابل رشک کردار دیکھ کر حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ آپ نے اپنے بعد آنیوالوں کو تھکا دیا ہے۔

حضرت عثمانؓ شرم و حیا جو دوسخا زہدہ تقویٰ مودت و الفت اور صلہ رحمی وخیر خواہی کے مجسمہ و پیکر تھے اسلام کی سر بلندی اور مسلمانوں کی فلاح و خیر خواہی کیلئے آپ اپنی دولت بے دریغ خرچ کرتے تھے مسلمانوں کی جان اور مال عزت اور آبرو آپ کے نزدیک اس قدر محترم و مقدس تھی کہ <جب باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کیا تو آپ کے جانثاروں اور خداداروں نے جنگ کی اجازت طلب فرمائی لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس سے مسلمانوں میں کشت و خون اور غار تگری ہوگی اور اسی غار تگری اور فتنہ انگیزی کو بچانے کے لئے آپ خود شہید ہو گئے"

حضرت علیؓ، سادگی فقر و استغنا اور ایثار و خلوص کے جامع مظہر تھے قومی امور میں حزم و احتیاط آپ کی سیرت کے اوصاف کا ایک پر تو تھی اور آپ اپنی صلاحیت کی فلاح بہبود کیلئے وقف رکھتے تھے۔ اس طرح سے تمام خلفائے راشدین نے اپنے ذاتی بلندسیرت و کردار اسلام اور مسلمانوں کی بے لوث خدمت کی بدولت امت کا اعتماد حاصل کیا اس دور کی جو بھی خوبیاں اور محاور نظر آتے ہیں ان کے فروغ میں انہیں مقدس اور جلیل القدر ہستیوں کا دخل ہے خلافت راشدہ کا مزاج بھی تقاضا کرتا ہے کہ اس کے چلانے والے بے داغ سیرت کردار کے مالک و حامل ہوں اور دین کے بے لوث خدمت ان کی زندگی کا نصب العین ہوتا کہ ملک میں امن داماں اور فراغت کا دور دورہ ہو اور یہی وہ خصوصیات ہیں جن کی بناء پر ہر دور کے مسلمانوں نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ ان کا سیاسی و معاشی بلکہ اجتماعی نظام خلافت راشدہ کا نمونہ اور عکس جمیل ہو' شاید اسی بنا پر میاں نواز شریف نے آئندہ حکومت ملنے کی صورت میں دعویٰ کیا ہے کہ ان کے بر سراقتدار آنے کی صورت میں نظام حکومت خلفائے راشدین کی طرز پر مبنی ہوگا کہتے ہیں کہ کسی ملک یا کسی شخص کے مستقبل کا

اندازہ اس کے حال اور ماضی کو پیش نظر رکھ کر لگایا جا سکتا ہے یہ اصول مصدقہ ہے اور اس پر کار بند ہو کر کسی ملک یا شخص کے آئندہ خیالات کا اندازہ ممکن ہوتا ہے اہل وطن میاں نواز شریف کے عہد حکومت سے بخوبی آگاہ ہیں بطور وزیر اعلیٰ پنجاب 1985ء سے 1990ء تک کے ان کے عہد حکومت کو زیر بحث اگر نہ بھی لائیں تو 1990ء سے 1993 تک کے ان کے وزارت عظمی کے دور سے یقینی طور پر مدد مل سکتی ہے کہ حقیقت میں وہ اس اہم اعلان دعوے یا تصور کو حقیقت کا روپ دے سکتے ہیں کہ نہیں؟

طفیل بن عمرو دوسی

مدینہ کا طفیل بن عمرو مکہ میں آیا یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور نواحی یمن میں ان کے خاندان میں رئیسانہ حکومت تھی طفیل بذات خود شاعر و دانشمند شخص تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا اور اعلیٰ پیمانے پر اس کی خدمت اور تواضع کی۔ طفیل کا اپنا بیان ہے کہ مجھے اہل مکہ نے یہ بھی بتایا کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے اس سے ذرا بچنا، اسے جادو آتا ہے جادو سے باپ بیٹے، زن، شوہر اور بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام کو ابتر کر دیے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے اس لیے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ نہ اس کے پاس جانا، نہ اس کی بات سننا اور نہ خود بات چیت کرنا، یہ باتیں ایسی عمدگی سے انہوں نے میرے ذہن نشین کر دیں کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا تو کانوں کو روئی دپنبہ سے بند کر لیتا تاکہ محمدؐ کی آواز کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑ جائے ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ گیا۔ نبی صل اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے چونکہ خدا کی مشیت یہی تھی کہ ان کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے اس لیے میں نے سنا کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں، باعلم ہوں، اچھے برے کی تمیز رکھتا ہوں پھر کیا وجہ ہے؟ اور کون سی روک ہے کہ میں اس کی بات نہ سنوں اچھی بات ہوگی تو مانوں گا ورنہ نہیں مانوں گا میں یہ ارادہ کر کے ٹھہر گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو چلے تو میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا اور پھر جب مکان پر حاضر ہوا تو نبی صلعم کو اپنا واقعہ مکہ آنے، لوگوں کے بہکانے اور پنبہ در گوش رہنے دو اور آج حضورؐ کی زبان سے کچھ سن پانے کا کہہ سنایا اور عرض کیا مجھے اپنی بات سنائیے۔ نبی صلعم نے قرآن پڑھا بخدا میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سنا ہی نہ تھا جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو الغرض طفیل اسی وقت مسلمان ہوگیا جسے قریش بات بات میں مخدوم و مطاع کہتے تھے وہ بات کی بات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و جان سے خادم اور مطیع بن گیا قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق و ناگوار گزرا (زاد المعاد)

ہمارے سلسلے میں خصوصیت یہ ہے کہ ابتدا ہی سے شیخ براہ راست آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اطہر سے انوارات اپنے دل میں جذب کر کے طالب کے قلب پہ انڈیل دیتا ہے۔ یہ کام تو شیخ کا ہے مگر اس توجہ کے اثرات اور انوار قبول کرنا اور جذب کرنا طالب کا کام ہے۔

طالب میں طلب اور جذب کی استعداد جب ترقی کرتی ہے تو شیخ کی توجہ خود بخود اس کی طرف ہونے لگتی ہے۔ اگر کوئی بے ذوق ہو کر مدتوں بیٹھا رہے۔ اسکی طرف توجہ نہیں ہوتی شاید اسی سنت اللہ کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھیں مگر دل متوجہ نہ ہو تو وہ ہاتھ خالی ہی لوٹتے ہیں۔ (حضرت مولانا محمد اکرم)

شیخ سے توقعات؟

مولانا محمد اکرم اعوان

کسی فارسی شاعر کا بڑا پرانا شعر ہے
حیف در چشم زدن صحبت یاراں آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

کہتا ہے پل بھر میں محبوب کی محفل ختم ہوگئی اور ابھی ہم نے پھول کو جی بھر کے دیکھا بھی نہ تھا کہ بہار کا موسم جاتا رہا اللہ جل شانہ کا یہ احسان ہے کہ اس افراتفری نفسا نفسی اور داروگیر کے زمانے میں اللہ رب العزت نے حضرت شیخ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہمیں اپنی یاد سے اپنی فکر سے اپنے ذکر سے نوازنے کا سبب بنایا اور یہ اس کا احسان ہے کہ ایسی عظیم ہستی کے ساتھ وابستہ فرمایا آج کے زمانے میں اور بالخصوص وطن عزیز میں ہندو معاشرے کی ملاوٹ اور آمیزش سے شیخ کا مقام مجروح ہوا ہے اور ہمارے ہاں شیخ سے اس کے منصب کی توقع نہیں رکھی جاتی بلکہ اس طرح کی توقعات منسوب کی جاتی ہیں جن کا اللہ کے سوا کسی دوسرے سے منسوب کرنا جائز اور روا نہیں ہوتا۔ ہم شیخ کو اپنی مشکلات کا حل اپنی پریشانیوں کا علاج اپنی مصیبتوں کا مداوا اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کا سبب سمجھ بیٹھتے ہیں اور ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ کریم جنہیں یہ مناصب عطا کرتا ہے ان پر ابتلاو آزمائش ماوشما کی نسبت زیادہ ہوتی ہے دنیوی مشکلات ماوشما کی نسبت زیادہ فیس کرتے ہیں بیماریاں دوسروں کی نسبت زیادہ بھگتے ہیں تکالیف دوسروں کی نسبت زیادہ اٹھاتے ہیں اور یہی سنت نبوی علی صاحب الصلوۃ والسلام ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ مجھے سب انبیاء علیہ السلام کی نسبت زیادہ تکالیف برداشت کرنا پڑیں ایک اور صرف ایک کام جس کی ہمیں شیخ سے توقع رکھنی چاہیے' ایک اور صرف ایک بات جو ہم شیخ سے حاصل کر سکتے ہیں اور وہ ایک بات دنیا اور مافیہا سے قیمتی ہے اور بغیر کسی ایسی ہستی کے جسے واقعی وہ برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوں اس کے علاوہ وہ چیز حاصل نہیں ہوتی وہ ہے اللہ سے تعلق کتنی عجیب بات ہے کہ جو سب سے قریب تر ہے جو شہہ رگ سے بھی قریب ہے ہمارے' ہماری ذات' ہماری فکر' ہماری سوچ سے بھی ہمارے زیادہ قریب ہے اس سے رشتہ بنانا کتنا دشوار ہے کتنا مشکل ہے کتنا اہم کام ہے

نبی علیہ الصلوۃ والسلام مبعوث ہوئے تو روئے زمین پر کوئی ایک فرد ایسا نہیں تھا جس کا رشتہ رب کے ساتھ ہو جانتا ہو اللہ کون ہے اللہ کیسا ہے اس کی ذات کیسی ہے اس کی صفات کیسی ہے زمین آباد تھی حکومتیں تھیں سلطنتیں تھیں ریاستیں تھیں کاروبار تھے تجارتیں تھیں سرمایہ تھا دنیا کا سارا نظام جل رہا تھا چلانے والے کو کوئی نہیں جانتا تھا جاننا آسان نہیں تھا اس کی ذات کو آپ اپنے دماغی علوم اپنی ذہنی کاوشوں اپنے خیالات و تصورات سے نہیں جان سکتے اس کو جاننے کا آلہ دماغ نہیں دل ہے اور دماغی علوم عالم اسباب میں تقسیم کیے گئے دماغی علوم میں ان لوگوں نے بھی مہارت حاصل کی جنہیں نور ایمان نصیب نہ ہوا اس لئے کہ وہ عالم اسباب میں بانٹ دیے گئے دلوں کا درد صرف اور صرف انبیاء اور اللہ کے رسولوں علیہ السلام کے معرفت نصیب ہوا اور دلوں کا علم انبیا علیہم الصلوۃ والسلام نے بانٹا ساری کائنات کو جو ملا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بانٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق فرمایا۔

انما انا قاسم و اللہ یؤتی عطا فرماتا ہے میں لٹاتا جاتا ہوں۔

اس نعمت کے حصول اس نعمت کے پانے اس نعمت سے بہرہ ور ہونے کی کوئی شناخت کوئی دلیل کوئی ذریعہ کوئی اس کا حال کوئی اس کا حلیہ کچھ تو ہو گا کہ پتہ چلے کہ اس کے پاس یہ نعمت ہے یہ دولت ہے سب سے پہلی بات جو بندے کو نصیب ہوتی ہے اسے اللہ کے ہونے کا یقین ہو جاتا ہے اگر یہ دولت نہ ہو تو وہ مانتا ہے یقین مشکل ہوتا ہے ماننا اور بات ہے اور یقین کرنا اور بات ہے قرآن حکیم نے یومنون کا لفظ استعمال فرماکر پھر سے آخرت کی تخصیص فرماتے ہوئے فرمایا۔ وبالآخرۃ ھم یوقنون حالانکہ ایمان بالآخرت یومنون میں شامل تھا فرمایا صرف ماننا کافی نہیں ہے۔ یقین چاہیے یقین کا پتہ تب چلتا ہے جب ہم عملی زندگی میں بھی اس بات پر بھروسہ کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے ہمیں اس کا یقین حاصل ہے۔ جب ہم مانتے ہیں لیکن کہتے ہیں بات درست ہے فی الوقت اس پر عمل کرنا جو ہے وہ محال ہے تو یہ ایمان تو ہے کفر نہیں ہے لیکن اس میں یقین نہیں ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جو جذبہ دیا جو فکر دی جو جنون عطا فرمایا وہ یہ تھا کہ جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کسی نے یہ عرض نہیں کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاشرے میں یہ مشکل ہے آپ پوری تاریخ اسلام تلاش کر کے کسی ایک صحابی کا قول پیش نہیں کر سکتے کہ جس نے کہا ہو روئے زمین پر ایک معاشی نظام ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین پر ایک سیاسی نظام ہے بادشاہ چلے جاتے ہیں بادشاہت ہے یا جس طرح قبائل بنتے ہیں سرداریاں ہیں روئے زمین پر ایک انصاف کا طریقہ کار مقرر ہے ہر قوم کا اپنا مختلف انداز میں ہے کیسے ممکن ہے کہ دو چار دس پانچ بندے وہ بھی کمزور غلام ضعیف اور مکہ مکرمہ کی دور افتادہ آبادی سے آٹھ کر وہ یہ بات کریں کہ روئے زمین کے اس نظام کو بدل دینا چاہئے یہ کیسے ممکن ہے کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب نے کہا یہی حق ہے اور اس کے مقابل جو ہے وہ باطل ہے حق کے لئے بقا ہے اور باطل کو فنا ہونا ہے یہ یقین ہے اور یہ حال کہ اللہ کا ارشاد درست' نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد درست لیکن حالات اجازت نہیں دیتے کرنا مشکل ہے یہ ایمان ہے یقین نہیں ہے۔

برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحبت شیخ سے یہ یقین حاصل ہونا چاہیے اور اگر نہیں ہو رہا تو یا تو اول بات یہ ہے کہ شیخ ہی نقل کر کے بیٹھا ہے اس کے پاس کچھ نہیں لیکن اگر کچھ لوگوں کو نصیب ہوتا ہے کچھ کو نہیں ہوتے تو پھر غلطی اس میں نہیں ہے پھر حاصل کرنے والوں کا قصور ہے اگر شیخ میں نقص ہوتا تو کسی کو بھی وہ نعمت نہ ملتی۔ علمائے حق نے جو شناخت لکھی ہے مشائخ کی وہ یہی ہے کہ اگر شیخ صحیح ہو تو اس کی صحبت میں رہنے والوں سے یہ دیکھا چاہئے کہ کسی میں بھی تبدیلی مثبت نہیں آتی تو پھر مکر کر کے بیٹھا ہے حلیہ بنا کے بیٹھا

ہے لوگوں کو ٹھگنے کے لئے بیٹھا ہے لیکن اگر کچھ خوش نصیبوں کو مثبت تبدیلی نصیب ہوتی ہے اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے ان کے دل میں اللہ کی ذات کو اپنے قریب محسوس کرتے ہیں اللہ پر اعتماد کرنا شروع کر دیتے ہیں اللہ پر انہیں بھروسہ ہوتا ہے اپنی باتیں اپنا دکھ اللہ کے ساتھ بانٹتے ہیں اللہ سے باتیں کرتے ہیں اس سے کرم کے امیدوار رہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ شیخ کو تو اللہ نے وہ نعمت دی ہے تو کسی کو تو مل رہی ہے پھر جنہیں نہیں مل رہی انہیں سوچنا پڑتا ہے کہ کہاں پر قصور ہے۔ اگر رسماً ہم آپ کو ایک دن اکٹھا کر کے دعا کر دیں یہ میں اس لئے بات کر رہا ہوں کہ رواج ہوتا جارہا ہے کہ جی دعا میں شامل ہونا ہے اللہ جل شانہ نے جو ارشاد فرمایا اس میں دعا کا قاعدہ ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جسے بھی تیری توجہ نصیب ہوگی جو بھی تیرے ارشاد کو قبول کرے گا پہلا اثر یہ ہو گا کہ وہ میرے بارے پوچھے گا وہ بندہ جسے کبھی اللہ کا خیال نہیں آیا وہ بندہ جسے کبھی رب العالمین کی جستجو نہیں ہوئی وہ بندہ جو واقف ہی نہیں ہے کہ کوئی اللہ بھی ہے وہ بھی پوچھے گا۔

اذا سالک عبادی عنی - وہ میرا بندہ میرے بارے پوچھے گا۔ فانی قریب اسے بتاؤ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس کے سب سے زیادہ قریب ترین ہوں اور میں اتنا قریب ہوں کہاجیب قبول کر لیتا ہوں یہ نہیں کہ سنتا ہوں فرمایا قبول کر لیتا ہوں مان لیتا ہوں **دعوۃ الداع اذا دعان** - مانگنے والے کی دعا جب بھی مجھ سے مانگے کبھی دعا کو رد نہیں کرتا جو مانگے وہ دیتا ہوں یا اللہ پھر تو یہ سارا نظام ہی پلٹ جائے گا یہ تو بندوں کے مشوروں پہ آجائے گا ہر بندہ نیا مشورہ دے گا لوگ تو سورج کے طلوع غروب پہ بھی متفق نہیں ہیں کوئی کہے گا اسے اتنے بجکر اتنے منٹ پر آنا چاہئے دوسرا کہے گا آدھا گھنٹہ دیر سے غروب ہونا چاہیے سب کی دعائیں کیسے قبول ہوں گی۔ فرمایا اصل بات یہ ہے دعا اس کی مانی جاتی ہے جو میری بات بھی مانتا ہے۔

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان - جب بھی کوئی دعا مانگتا ہے میں قبول کرتا ہوں **فلیستجیبوالی** بات یہ ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے یہ بھی سوچ لو تم نے میری مانی تھی جو مجھ سے منوانا چاہتے ہو تم مخلوق ہو میں خالق ہوں تمہارا علم محدود ہے میرا لامحدود ہے تمہاری طاقت محدود ہے نہ ہونے کے برابر میں **علی کل شئی قدیر** ہوں تم اپنے وجود پر قادر نہیں ہو میں کائنات کا حاکم ہوں مجھ سے بات منوانا چاہتے ہو کیا میری بات بھی مانی تم نے اتنی سی مان لو فرمایا اتنی سی مان لو۔

والیومنوا لی میں جیسا ہوں ویسا مجھے مان لو جو میری شان ہے جو میری عظمت ہے جو میری قدرت کاملہ ہے جیسی میری ذات ہے ویسا مجھے مان لو اور جو جب ویسا مان لے تو اس کے لئے مانگنے کے لئے کچھ نہیں رہتا کیا مانگے گا جو یہ جانتا ہے کہ میرے حال سے مجھ سے زیادہ واقف ہے میری سوچوں سے مجھ سے قریب تر ہے اور مجھ پر اتنا مہربان ہے کہ مجھے اپنی بہتری کی اتنی فکر نہیں جتنی اس کو ہے پھر وہ مانگے گا کیا باقی بچا کیا مانگنے کے لئے پھر وہ مانگے گا تو صرف

محمد از تو می‌خواہم خدارا　　　خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

اس کے پاس کچھ نہیں رہتا مانگنے کو۔ پھر وہ سمجھتا ہے کہ دعا صرف ایک ذریعہ ہے کہ مشت غبار ہو کر میں رب العالمین سے بات کر رہا ہوں میرے لئے یہی مقام فخر ہے میرے لئے یہ عظمت سب سے بڑی ہے میرے لئے یہ مقام سب سے عظیم تر ہے کہ میں مشت غبار پروردگار عالم سے بات کر رہا ہوں اور دعا کی اصل یہی ہے دعا کا اصلی مقام و مرتبہ یہی ہے دعا کا حاصل یہی ہے کہ ایک بندہ جس کی کوئی سنتا نہیں، گھر میں، محلے میں، گلی میں، جسے کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں وہ بندہ بیٹھا رب العالمین سے بات کر رہا ہے اور وہ کریم اس کی سن رہا ہے، وہ اسے منع نہیں کرتا وہ اسے اٹھاتا نہیں دروازے سے

بلکہ چلا جائے تو پھر بلواتا ہے کہ اسے پھر سے بلاؤ پھر باتیں کریں اسے کہو واپس آجائے پھر باتیں کریں۔

تو حاصل کرنا چاہیے اس کیفیت کو جو اللہ کی عظمت کا یقین دلا دے جو اس کے ہونے کا یقین دلا دے جو اس کی ذات اس کی صفات کے ساتھ یقین کے ساتھ وابستہ کر دے۔ اب اس کی پرکھ کیسے ہو۔ ہم اللہ کی زمین پر اللہ کی دی ہوئی بے شمار نعمتیں استعمال کرتے ہوئے سب سے بڑے انعام باری وطن عزیز میں بیٹھے ہیں ہم اگر دیانت داری سے سوچیں تو ہم سے کتنے لوگ ہیں جو اس زمین کے ساتھ مخلص ہیں بہت تھوڑے اگر ہم اس زمین کے ساتھ مخلص ہوتے تو یہ یہودیوں اور عیسائیوں کا پس خوردہ کھانے کے لئے مجبور نہ ہوتے اگر ہم اس زمین کے ساتھ مخلص ہوتے تو اس پر نو آبادیاتی نظام کا چھوڑا ہوا قانون اس کے گلے کا ہار اور طوق نہ بنا ہوا ہوتا اگر ہم اس زمین کے ساتھ مخلص ہوتے تو اس پر سودی نظام نہ پھلتا پھولتا بلکہ تباہ ہو چکا ہوتا رک جاتا تبدیل ہو جاتا اگر ہم اس کے ساتھ مخلص ہوتے تو یہ زمین امن کا گہوارہ ہوتی اگر ہم اس کے ساتھ مخلص ہوتے تو یہ مثالی فلاحی مملکت بن چکی ہوتی اگر ہم اس کے ساتھ مخلص ہوتے تو اس پر ایک ایک فرد و بشر کو انصاف نصیب ہوتا اگر ملک کا ہر شہری ظلم کا شکار ہے اگر ملک کا ہر شہری عدم تحفظ کا شکار ہے اگر ملک کا ہر باسی حرام کھانے سود کھانے پہ مجبور ہے اگر ملک انصاف نو آبادیاتی قانون کا محتاج ہے اگر وطن عزیز پر غیر ملکی طاقتوں کی ریموٹ کنٹرول حکومت ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟ میں ہوں آپ ہیں۔ لیکن میں یہ عرض کرتا چلوں کہ یہ وطن عزیز محض ایک مملکت نہیں ہے محض ایک ریاست نہیں ہے دنیا میں بے شمار ریاستیں ہیں یہ محض ایک ریاست نہیں ہے یہ ریاست مدینہ کے بعد دوسری ریاست ہے جو مذہبی بنیاد پر اور اسلام کے نام پر روئے زمین پر قائم ہوئی سب سے پہلی ریاست نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ریاست مدینہ اسلام کے نام پر قائم فرمائی تھی وہ کسی قوم کا ملک نہیں تھا کسی قبیلے کا ملک نہیں تھا۔ کسی رنگ و نسل کے لوگوں کا ملک نہیں تھا یہ وہ ریاست تھی جو اسلام کی تھی جس کی بنیاد جس کے بننے کا سبب اسلام تھا چودہ سو سال بعد رب جلیل نے پھر سے برصغیر کے مسلمانوں کو یہ توفیق ارزاں فرمائی کہ مذہب کی بنیاد پر یہ وطن عزیز وجود میں آیا۔ کیا خیال ہے آپ کا یہ محض حادثہ ہے یہ مبارک ریاست جو رمضان المبارک کی مبارک رات کو وجود میں آئی کیا یہ محض حادثہ ہے؟ یہ بھی حادثہ ہے کہ کسی امیر کا خون رب العلمین نے اس کے لئے قبول نہیں کیا آپ اس کی تاریخ پڑھیں جتنے لوٹے گئے غریب تھے جتنے مارے گئے غریب تھے جتنے شہید ہوئے غریب تھے جتنوں کی آبرو لٹی غریب تھے کسی حرام خور کا خون اللہ کریم نے اس ریاست کی تعمیر کے لئے قبول نہیں فرمایا۔ انگریزوں کے جوتے صاف کر کے منصب لینے والوں میں سے کسی کا خون اس ریاست کے لئے رب العلمین نے قبول نہیں کیا۔ کیا یہ بھی محض اتفاق تھا؟ یہ سارے اتفاقات یہیں جمع ہونے تھے ان میں سے کوئی بھی اتفاق نہیں تھا۔ اتفاق نام کا کوئی واقعہ دنیا میں ہوتا ہی نہیں ہے۔ ہر چیز اللہ کی طرف سے پروگرام کے مطابق ہوتی ہے ہم اپنی ناقص عقل اور کمزور نظر کے باعث اس کے اسباب دیکھ نہیں سکتے تو اسے اتفاق کہہ دیتے ہیں اتفاق نہیں ہوتا ہر چیز وہ کرتا ہے تو ہوتی ہے کیا خیال ہے لوگوں کا کہ یہ اتنا اہتمام جس کے لئے کیا گیا وہ ضائع جائے گا؟ کبھی نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کی تکمیل بدکاروں کے ہاتھوں اسے قبول نہیں ہے جس طرح اس کی تکمیل میں اس نے بدکاروں کا خون قبول نہیں فرمایا۔ آپ دیکھ لیں امراء نے جو ہندوستان سے نقل مکانی کر کے آئے ان کا کوئی بھی نقصان نہیں ہوا قربانیاں اگر قبول کیں اس نے تو غرباء کی رؤساء کی نہیں انگریز کے خادموں کی نہیں خطاب یافتہ لوگوں کی نہیں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی قبول نہیں فرمائیں وہ باخیریت یہاں پہنچ گئے اب بھی جتنے لوگوں کی توقعات امراء سے وابستہ

ہیں جاگیرداروں سے وابستہ ہیں دولت مندوں سے وابستہ ہیں ان میں سے کسی کو اس کی تعمیر کی توفیق نہیں دے رہا۔ وہی اصول جو اس کی تقسیم میں کار فرما ہے وہی اصول اس کی تعمیر میں کار فرما ہے آج بھی آپ پورے ملک میں پھر کر دیکھ لیں کہیں آپ کو کوئی بات درست نظر آئے گی تو وہ بندہ اللہ پر امید رکھنے والا ہو گا کسی دولت مند کا محتاج نہیں ہو گا کسی کا غلام نہیں ہو گا کسی غیر ملکی طاقت کا آلہ کار نہیں ہو گا اور بڑے بڑے نام جو غیر ممالک سے وظیفے پاتے ہیں ان کے نعرے تو لگیں گے شہرتیں تو ہونگی نتیجہ کچھ نہیں ہو گا وہ بڑے بڑے شور پیدا کرتے رہیں گے مفادات کے حصول کے لئے کریں گے لیکن نتیجہ صفر رہے گا اور ملکی حالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی لیکن کیا ہم اس سے ناامید ہو جائیں کہ ہو گا ہی کچھ نہیں ایسی بات نہیں ہے بلکہ ہر آنے والا دن امید افزا بنتا چلا جا رہا ہے ہر آنے والا دن یہ بتاتا جا رہا ہے کہ ظلم اب ختم ہونے کو ہے اب غرباء کی فقراء کی محتاجوں کی اور مظلوموں کی آہیں اس حد کو چھو رہی ہیں جہاں سے پھر کار پر دادان قدرت کا حکم ہو جاتا ہے کہ اب کوئی میرا بندہ ان کی مدد کو پہنچنے والا نہیں تو اب یہ کام میں خود کروں گا وہ قادر مطلق جب کرتا ہے تو وہ بھی عالم اسباب میں اسباب کو ترک نہیں فرماتا یہ قاعدہ یاد رکھیے دنیا عالم اسباب ہے ہر چیز کے لئے وہ خود بھی سبب اختیار فرماتا ہے قانون قدرت ہے ماں اور باپ سے اولاد پیدا ہوتی ہے عیسی علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرما دیا اپنا قانون خود توڑا اظہار قدرت کے لئے یہ بتانا چاہتا تھا کہ میں محتاج نہیں ہوں کہ ماں اور باپ دنوں ہوں تو اولاد پیدا ہو میں قادر ہوں جیسے چاہوں کر سکتا ہوں قانون توڑا لیکن یہ ضابطہ نہیں توڑا کہ عالم اسباب میں کوئی سبب ہی نہ ہو جبرائیل امین کا حکم دیا جا کرو مریم کو دم کر دو یعنی سبب ضرور بنایا دنیا چونکہ عالم اسباب ہے اور اس کا اپنا قاعدہ ہے تو اس نے قدرت کا قانون جو ہے اس کو دوسرے طریقے پر ظاہر کر دیا اظہار قدرت کے لئے لیکن عالم اسباب میں سبب نہیں توڑا عیسی علیہ السلام کے دم کو سبب بنا دیا۔

یہاں بھی اسباب اختیار فرمائے گا اپنے بندوں کو توفیق ارزاں کرے گا اپنے بندوں میں سے انتخاب فرمائے گا اور اللہ کے بندے حق کا ساتھ دیں گے حق کو غالب کریں گے اور باطل کو مٹنا ہو گا۔ میری ناقص رائے میں جو میں آپ سے عرض کر سکتا ہوں صرف یہ ہے کہ اللہ سے ایسا رشتہ بنا لو کہ جب وقت آئے تو وہ آپ کو چن لے وہاں ہیرا پھیری نہیں چلے گی رشوت نہیں ہوگی ماوشما کی سفارشیں نہیں ہوں گی انتخاب اس کا اپنا ہے کس کس کو کہاں سے پکڑتا ہے اور اس سے کیا کام لیتا ہے یہ اس کی اپنی پسند ہے۔ آپ اتنا کر سکتے ہیں کہ اسے یاد کریں اس کا نام دہرائیں اس کے دروازے پہ گڑگڑائیں اسے اپنے دل میں بسا لیں جدھر وہ چلنا چاہیں آپ بھی ساتھ چلتے ہوئے چلے جائیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات مبارکہ کے اسیر بن جائیں غلام بن جائیں۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے سامنے ایسے ہو جاؤ جیسے غسال کے ہاتھ میں میت ہوتا ہے نہلانے والے ہاتھ میں جس طرح مردہ وجود ہوتا ہے کہ وہ کس طرف پلٹے پانی ڈالے گرم ڈالے ٹھنڈا ڈالے مردہ اف نہیں کرتا شریعت اسلامیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے سامنے خود کو اس طرح بنا لو جس طرح غسل کے ہاتھ میں میت ہوتا ہے خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جنہیں اپنا نام لکھوانا نہیں پڑیں گے بلکہ جن کے نام لکھے جا چکے ہوں گے ہمارے سیاست دان یا ہمارے حکمران یا صاحبان اقتدار بڑھکیں مارتے ہیں کہ کچھ نہیں ہو سکتا یہی اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ کچھ ہونے والا ہے۔ ہر خاموشی

طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور طوفان جب آتے ہیں تو کوئی نہیں جانتا کوئی درختوں پر نشان نہیں لگا سکتا کہ یہ رہ جائے گا یہ اکھڑ جائے گا یہ مکان سلامت رہے گا یہ گر جائے گا یہ دیوار بچ جائے گی یہ گر جائے گی یہ کوئی نہیں جانتا ہوتا۔ جب طوفان گزر جاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کیا بچا کیا کھویا کیا پایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوشیاں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد کی روشنی میں اسلامی انقلاب کی بنیاد اس وطن عزیز سے شروع ہوگی اور شروع ہونے والی ہے۔ اسلامی انقلاب اپنے ساتھ فساد نہیں لائے گا اسلامی انقلاب کوئی قتل و غارت گری کا نام نہیں ہو گا اسلامی انقلاب بدامنی کا نام نہیں ہو گا لیکن بدامنی کو مٹانے کے لئے ظالموں کو ظلم سے روکنے کے لئے برائی کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے جو اپریشن ہو گا وہ ضرور ہو

کریم کا بندہ ہوں وہ ایک لمحہ اسے اللہ کا مقبول بنا دیتا ہے میری گذارش یہ ہے کہ تنہائی میں، علیحدگی میں، رات کی تاریکی میں بیٹھ کر سوچیے، گذشتہ ساٹھ برسوں میں چالیس برسوں میں بیس برسوں میں کیا کھویا کیا پایا۔ کہاں کہاں پر اپنے ذاتی فیصلے نافذ کیے کہاں کہاں پر اپنی مرض سے فیصلے نافذ کیے کہاں کہاں کون کون سا کام اپنی پسند سے کیا اس کا کیا حاصل ہوا کم از کم اب اپنا فیصلہ اس کے دست قدرت میں دے دیں۔ اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کا پابند بنا لیں کم از کم حرام خور معاشرے میں کچھ افراد تو ایسے ہوں جو سود کھانا چھوڑ دیں۔ یہاں کا عالم یہ ہے کہ بڑے بڑے نامور حضرات سود کھاتے بھی ہیں سود پہ رقمیں دیتے بھی ہیں اور اس کے ساتھ پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں تسبیحات پڑھتے ہیں اور اس کے

> ہمارے سیاست دان یا ہمارے حکمران یا صاحبان اقتدار بڑیکیں مارتے ہیں کہ کچھ نہیں ہو سکتا یہی اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ کچھ ہونے والا ہے۔

گا۔ قیام امن کے لئے پھوڑے کو صحیح کرنے کے لئے زخم کو سینے کے لئے جو سوئیاں چبھوئی جائیں گی وہ ضرور چبھیں گی۔ جو جو بندہ فاسد مواد کا حصہ ہو گا اسے نشتر پر آنا پڑے گا جب پھوڑا چیرا جاتا ہے تو سارا فاسد مواد نکالا جاتا ہے مواد میں مختلف مادے کی مختلف شکلیں ملی ہوئی ہوتی ہیں اس طرح معاشرے میں افراد مل کر فاسد مواد بنتا ہے کوئی چور ہوتا ہے کوئی جواری ہوتا ہے کوئی رشوت کھانے والا ہوتا ہے کوئی جھوٹ بولنے والا ہوتا ہے کوئی آبرو لوٹنے والا ہوتا ہے یہ مختلف برائیاں مل کر ایک فاسد مواد بنتا ہے جو معاشرے میں ناسور پیدا کر دیتا ہے اس پھوڑے کو کھولا جاتا ہے تو اس سارے مواد کو نکلنا ہوتا ہے ہمارے پاس اصلاح کا وقت ہے اور اصلاح کے لئے ایک لمحہ چاہئے جس لمحے میں بندہ یہ طے کر لے کہ اب سے میں اللہ

ساتھ تبلیغیں کرتے ہیں اور اس کے ساتھ پتہ نہیں کیا کیا ڈھونگ رچاتے ہیں لیکن یاد رکھ لو اللہ جل شانہ کے دیے ہوئے قانون کی خاف ورزی نیکی کا مفہوم بدل دیتی ہے عبادت اور سجدے گستاخی بن جاتے ہیں کس بھی بادشاہ کا آئین توڑ کر اس کے دربار میں جا کر کھڑا ہونا کیا گستاخی نہیں بنتی رب العلمین کے آئین کو پامال کر کے ہم سجدہ کرتے ہیں سجدہ نہ چھوڑو آئین کو پامال کرنا چھوڑ دو میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ جو سود کھاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں نماز پڑھنا چھوڑ دیں سود کھانا چھوڑ دیں یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔

ہمارے ہاں رواج ہو گیا ہے جو سیاسی حکومت بنتی ہے جس دن بنتی ہے اس دن سے ہم اسے ہٹانا شروع کر دیتے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جتنی شدت سے آج کی موجودہ

حکومت کی مخالفت ہو رہی ہے اس سے زیادہ شدید مخالفت اس سے پہلی حکومت کی تھی اس سے زیادہ شدید اس سے پہلے جب پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اس کی مخالفت تھی اس سے پہلے جو حکومت تھی اس کی مخالفت اس سے زیادہ شدید تھی پانچ سات سال اگر خاموشی سے گزرے تو وہ مارشل لاء کے تھے کسی بھی زمانے میں تقسیم ملک سے لے کر آج تک دو تین بار جو مارشل لاء آیا اس سے پہلے تو اتنا گزارا نہیں ہو سکا یہ والا مارشل لاء کوئی تھوڑا سا ہاتھ ہولا رکھا ہوا تھا انہوں نے۔ تو زیادہ دن چل گیا لیکن اگر خاموشی رہی تو تب ہی رہی جب کسی نے بولنے کی اجازت نہیں دی اور جب بولنے کی اجازت ملی تو ہر بندے نے اپنی لے میں پکار اور اتنا شور کیا کہ حکومتیں گرا دیں لیکن کسی نے دیانت داری اختیار نہ کی کسی نے خلوص نہ اپنایا کسی نے للٰہیت نہ اپنائی اور کسی نے دینی اقدار کو آگے نہ آنے دیا اس کے ذمہ دار ہم سب ہی ہیں بڑے بڑے علمائے کرام پیران عظام بڑے نیک لوگ بڑے بڑے دانش ور اور بڑے بڑے ادیب اور کتنے حیف کی بات ہے کہ جب غیر ملکی امداد کی فہرست چھپیں تو بیشتر کے نام اس لسٹ میں آئے کیا عجیب بات ہے کیسے لوگ ہیں ہم کس طرح کی سوچ ہے ہماری کیا فکر ہے ہماری کہ ہم میں سے ہر بندہ دین فروش نکل آتا ہے یہ زمین وہ اساس جس پر نفاذ دین مطلوب ہے اس کے ساتھ بے وفائی اسلام کے ساتھ بے وفائی ہے اس کے ساتھ غداری دین کے ساتھ غداری ہے۔ اس کے مفادات کو بیچنا دین بیچنے کے برابر ہے اب آپ تھوڑی سی محنت کریں جو فہرستیں اپوزیشن دیتی ہے وہ لے لیں جو فہرستیں حکومت دیتی ہے وہ لے لیں اور پچھلی دو تین حکومتوں کی لے لیں موزانہ کر کے دیکھیں ان میں بچتا کون ہے کتنی عجیب بات ہے کہ ہم ہمیشہ ان لوگوں کو ملک کا سربراہ بناتے ہیں جو ایوان صدارت سے نکلیں تو جیل جاتے ہیں یا قتل ہو جاتے ہیں جیل چلے جاتے ہیں وہاں مقدمہ چلتا ہے ملک کی تاریخ ہے کسی کو حیرت نہیں ہوتی کہ ہمیشہ چور ہی اس کا سربراہ ہوتا ہے کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ ریاست کو اسلامی کہا جاتا ہے اور اس کا ہر بار جو سربراہ ہوتا ہے یا چند افراد اس کے حکمران بنتے ہیں انہیں ہر بار جیل ہی جانا پڑتا ہے ہمیشہ چور ہی حکمران بنتے ہیں کبھی کوئی دیانت دار ملک میں نہیں رہا کیوں ایسا ہوتا ہے اس لئے کہ میں اور آپ چور ہیں ہم دھوکا کرنا چاہتے ہیں خود سے بھی اپنے اللہ سے بھی اپنے دین سے بھی ہم اپنے مفادات کے لئے رونی سی صورت بنا کر گڑگڑانا شروع کر دیتے ہیں جب اس کے احکام آتے ہیں تو پھر ہمیں بہانے یاد آجاتے ہیں پھر ہم معذرت کر لیتے ہیں کہ جی گستاخی معاف یہ نہیں ہو سکے گا۔ نام ہم اللہ کریم کا لیتے ہیں اور ہمارا مفادات وابستہ ہوتے ہیں چوروں اور ڈاکوؤں اور دنیاداروں کے ساتھ جتنے چور اس ملک میں جو چوٹی کے چور ہوتے ہیں وہ چوٹی کی اعلیٰ جگہوں پر جا بیٹھتے ہیں ان کا زینہ کون بنتا ہے میرا اور آپ کندھا ہم اپنے کندھوں کو زینہ بناتے ہیں ہمارے کندھوں پر ہماری گردنوں پر پاؤں رکھ کر وہ وہاں پہنچتے ہیں اور پھر وہاں پہنچ کر ہر مجرم کے لئے پناہ گاہ بن جاتے ہیں پھر جرم کھلے عام ہوتا ہے ظلم سرعام ہوتا ہے اور اب ظلم اس حد کو پہنچ گیا ہے جو کسی ملک کی تاریخ میں دیکھنے میں نہیں آیا بڑے عمر رسیدہ لوگ بیٹھے ہیں کبھی آپ نے یہ سنا کہ فلاں بس ڈاکوؤں نے روک لی سواریوں کو لوٹا اور خواتین کو نیچے اتار کر ان کی عصمت دری کی تب بس کو جانے دیا کبھی سنا تھا زندگی میں کبھی آپ نے زندگی میں یہ سنا کہ اسلامی ملک وطن عزیز پاکستان میں جو ہو رہا ہے کبھی کسی ظالم کسی جابر حکمران کے زمانے میں یہ سنا تھا کہ اہل خانہ کو لوٹا بھی اور بیٹوں اور باپ کو باندھ دیا اور ان کی ماں اور ان کی بہنوں کے ساتھ بدکاری کرتے رہے ساری رات اور صبح ڈاکو سامان لے کر چلے گئے یہ سنا کبھی آپ نے مگر آج کے اخباروں میں یہ دیکھتے نہیں ہیں پھر آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ صورت حال اسی طرح چلتی رہے گی یہ چلنے کے قابل ہے اور جب اس کو یہ کہا جائے کہ وطن عزیز میں جو ہو رہا ہے یہی

اسلامی ہے تو اس سے بڑا مذاق ہے جو قدرت کے ساتھ کیا جاسکے جو شریعت اسلامی کا اڑایا جاسکے جو اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کے لئے چیلنج ہو کہ خدایا تو اسلام اسلام کی رٹ لگاتا ہے یہی اسلام ہے جو ہم کر رہے ہیں ہماری جرات رندانہ یہاں تک پہنچ چکی ہے کیا ہماری یہ سوچ یہ فکر اور ہمارا یہ طرز عمل جاری رہ سکے گا کبھی نہیں۔ بات نمرود کی خدائی سے بڑھتی جارہی ہے بات فرعون کے مظالم سے آگے نکل گئی ہے اس بات کو اب رکنا ہوگا اور اسے قادر مطلق روکے گا اگر اللہ نظر دے تو تبدیلی نظر آرہی ہے کوئی نہیں روک سکتا انشاءاللہ العزیز جو وہ کرنا چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور اسباب بنائے گا اپنے بندوں کو چنے گا اپنے بندوں کو منتخب کرے گا اپنے بندوں کو توفیق دے گا

میری گذارش یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس صورت کچھ نہیں ملے گا ہیرا پھیری سے کچھ نہیں ملے گا داؤ لگانے سے کچھ نہیں ہوگا عمل سے بات بنے گی یقین سے بات بنے گی اخذ برکات سے بات بنے گی ارے خدا کے بندو دعائیں دو اس ہستی کو جس نے چودہ سو سال بعد یہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ کردی کہ ہر آنے والے کو درد دل دیا جائے یہ نعمت صرف خیرالقرون میں اس حال پر تھی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر آنے والے کو درد دل ملا مرد تھا خاتون تھی بڑا تھا چھوٹا تھا عالم تھا انپڑھ تھا امیر تھا فقیر تھا جو بھی آیا اسے شرف صحابیت سے نوازا گیا فرق مراتب اور بات ہے لیکن نفس صحابیت اسے عطا ہوگیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مجلس میں یہ بات تھی ہر آنے والا تبع تابعی کہلایا اس کے بعد چیدہ چیدہ لوگوں کو جن کے دل میں طلب ہوتی

> بات نمرود کی خدائی سے بڑھتی جارہی ہے بات فرعون کے مظالم سے آگے نکل گئی ہے اس بات کو اب رکنا ہوگا اور اسے قادر مطلق روکے گا اگر اللہ نظر دے تو تبدیلی نظر آرہی ہے

حال میں ڈھال لو کہ وہ جب بندوں کو توفیق دے تو مجھے اور آپ کو بھی شامل رکھے اپنی اصلاح کرو درد دل سمیٹو کہ اس بارگاہ میں اس کی بارگاہ میں بہت ہی نایاب اور نازک چیز جو وہ عطا فرماتا ہے جو بغیر وہاں کے نہیں مل سکتی جو بغیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ملتی جو بغیر شیخ کے سینے کے نہیں ملتی وہ درد دل ہے وہ ذوق جنوں ہے وہ کچھ کر گزرنے کی امنگ ہے جو بغیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ملتی

وہ ظلم کے خلاف کھڑا ہونے کی جرات رندانہ ہے وہ اللہ پر بھروسہ کرنے کا ایک جنون ہے ایک جذبہ ہے اسے حاصل کرو اگر آپ کے پاس اس حال میں بھی وقت نہیں ہے فرصت نہیں ہے اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم صرف آئیں اور دعا کر کے چلے جائیں ہمیں آخری دعا میں بہت کچھ مل جائے گا

جن کے دل بے قرار ہوتے جنہیں خود جنون ہوتا لینے کا بڑے بڑے اہل اللہ کی آپ سیرت پڑھ جائیے جن کے لاکھوں مرید تھے ان کے بھی دو چار پانچ ساتھیوں کو انہوں نے مجلس کیفیات عطا کیں باقی سب کو ظاہری اصلاح پر رکھا۔ خیرالقرون کے بعد پہلی صدی کے بعد خیرالقرون کم و بیش پہلی صدی ہجری میں مکمل ہو جاتا ہے بہت خال خال لوگ اس کے بعد باقی بچے تیرہ سو سال بعد رب کریم نے حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ توفیق ارزاں فرمائی ایک عجیب بات ہے کہ ہر آنے والے کو یہ جذبہ عطا کر دیا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے۔ کہ ایک دور افتادہ ویران سے گاؤں میں جو گاؤں اپنی جہالت اور جرائم پیشہ افراد کے اعتبار سے زیادہ معروف تھا اس میں حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو پیدا فرمایا اور ایک دور افتادہ گاؤں میں آج کی طرح

ٹرانسپورٹ نہیں تھی وسائل نہیں تھے رابطہ نہیں تھا نہ اخبار کا نہ ٹیلی فون کا لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ جب اس نعمت کو اپنے بندوں تک پہنچانا چاہا تو اس ویرانے سے لیکر روئے زمین تک پہنچایا اس میں کسی کا کمال نہیں ہے نہ میرا نہ آپ کا یہ اس کی اپنی تقسیم تھی اسے یہ نعمت اپنے بندوں کو پہنچانا تھی اس نے روئے زمین پر پہنچائی خود خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس پہنچانے کا سبب بنا دیا یہ ان کا احسان نہیں ہے اللہ پر یہ اس کا احسان کہ اس کام کو کرنے کی توفیق اس نے جس جس کو دے دی۔

منت من کی خدمت سلطان می کنی منت زاو بداں کہ بخدمت گذاشتم احسان نہ کر کہ تو بادشاہ کی نوکری کر رہا ہے احسان اس کا ہے جس نے تجھے نوکر رکھ لیا یہ اس کی عطا سمجھ میں آتی ہے کہ ایسا ہونا ممکن ہے لیکن ایسا ہوا ہم نے دیکھا ایسا ہو رہا ہے ہم دیکھ رہے ہیں اور اتنا نازک مزاج ہے کرم اتنا وسیع تر غیور اتنا ہے کہ جب کسی کو یہ خیال آیا کہ یہ کام میری وجہ سے ہو رہا ہے اسے دھکا دے کر نکال دیا بڑے بڑے نامور بڑے بڑے نامی گرامی ہم بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ اس بندے کے بغیر یہ کام نہیں ہوتا اسے دھکا دیا اور وہ بندہ نظر ہی نہیں آیا اور کام ہو رہا ہے غیور اتنا ہے کہ جہاں کسی خادم کو یہ خیال گزارا کہ یہ سب میری وجہ سے ہو رہا ہے اسے چھٹی کرا دی کہ دیکھتے ہیں ہوتا ہے یا نہیں ہوتا تم چلے جاؤ اس نے انپڑھوں سے وہ نکات بیان فرمائے جنہیں علماء بھی حیرت سے سنتے ہیں کیا عجیب بات نہیں ہے وہ قادر ہے اس کریم نے جو کرنا چاہا وہ کر دکھایا کیا یہ بھی اتفاق ہے یہ سارے

جو بغیر شیخ کے سینے کے نہیں ملتا یہ درد دل ہے وہ ذوق جنوں ہے وہ کچھ کر گزرنے کی امنگ ہے وہ ظلم کے خلاف کھڑا ہونے کی جرات رندانہ ہے وہ اللہ پر بھروسہ کرنے کا ایک جنون ہے ایک جذبہ ہے اسے حاصل کرو

تھی کہ اس نے توفیق بخشی بظاہر میں لوگ بے کار نظر آتے تھے وہ بڑے کار آمد ہوئے ہم لوگوں کو جاہل سمجھتے تھے وہ عالم نکلے ہم لوگوں کو بے وقوف سمجھتے تھے وہ دانش ور نکلے اور اللہ کی اس نعمت کو اس گئے گزرے زمانے میں بیسویں صدی عیسوی میں جس میں ساری دنیا ہوس کی غلام دولت کی اسیر اور بڑے بڑے دانش ور سائنسی تعلیمات کے قیدی ہو کر رہ گئے لوگوں کو یہ حوصلہ عطا فرمایا کہ وہ مشت غبار اللہ کریم سے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں جگہ جگہ طور پیدا کر دیئے اس مرد قلندر نے کیا بندہ تھا ہر مکان کو بقعہ نور بنا دیا ہر سینے کو کوہ طور بنا دیا اور نوکر اور ملازم فقیر گھریلو عورتیں چولہے پر ہنڈیاں پکا رہی ہیں اور فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بچے کھلا رہی ہیں بات کرو فنا بقا کی کرتی ہیں یہ کیا عجیب بات ہے کوئی عقلا" ماننے والی بات ہے اتفاق اس سرزمین پہ ہو رہے ہیں یہ اتفاقات نہیں ہیں اگر آپ بھی ان کڑیوں کو ملانا چاہیں تو آپ کو بھی نظر آجائے گا کہ کچھ ہونا چاہئے۔ یہ سارے اتفاق نہیں ہیں یہ سارے حادثات نہیں ہیں یہ ایک منظم طریقے سے قادر مطلق کا بنایا ہوا نظام اپنے اس اصلی مرکز کی طرف رواں دواں ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمائی ہوئی پیش گوئیوں کی تکمیل کی طرف رواں دواں ہے۔

ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کو سناؤں اکثر نے نام سنا ہو گا ہمارے ہاں ایک شخص مفرور رہا برسوں مفرور رہا محمد خان ڈھرنال اچھا آدمی تھا اللہ اسے معاف کرے چلا گیا دنیا سے خدا رحم کرے اس پر ضروری نہیں ہوتا کہ ہر مفرور ڈاکو پیدا ہوتا ہے یا ہر ڈاکو ڈاکو ہوتا ہے معاشرہ ماحول اور بہت عوامل مل کر

اسے وہاں دھکیل کر لے جاتے ہیں اس طرح کا ایک بندہ وہ بھی تھا اور جب فوت ہوا تو وہ ہمارا ساتھی بھی تھا اللہ اللہ بھی کرتا تھا الاخوان کا جھنڈا بھی لگا رکھا تھا خدا اس کی خطائیں معاف فرمائے اور پھر ہمارے ہاں یہ بھی ہے کہ ایک بندہ جس کا نام لیا جائے تو پھر ہر آنے والا جرم اس کے کھاتے میں ڈالتے رہتے ہیں ڈاکہ پولیس والے خود بھی ڈال لیں پرچہ اس کے نام پہ دے دیتے ہیں اس طرح کی بے شمار چیزیں جمع ہو جاتی ہیں وہ اس پائے کا مفرور تھا کہ ضلع کی انتظامیہ اس سے پوچھ کر کام کیا کرتی سیشن جج فیصلے اس سے پوچھ کر کرتے تھے ڈپٹی کمشنر اور اے سی اس سے پوچھ کر تحصیلدار اس سے پوچھ کر زمینوں کے انتقال بناتے تھے اس کے ڈیرے پر جاکر بناتے تھے کوئی اس کے قریب نہیں پھٹکتا تھا اس کو پکڑنے والا حکومت نام نہیں لیتی تھی پھر ایک وقت آیا تو ساری حکومت اس کے پیچھے اٹھ دوڑی اور ہم نے دیکھا کہ انسپکٹر جنرل پولیس لاہور چھوڑ کر تلہ گنگ ہیڈ کوارٹر بنائے ہوئے ہے اور تھانیداروں کی جگہ DIG دوڑے پھرتے ہیں لیکن کچھ نہ پکڑائی دیا۔ میں ایک دن حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا تو آپ فرمانے لگے کہ بھئی دیکھو وہ برخوردار محمد خان پکڑا جائے گا میں نے کہا حضرت رحمتہ اللہ علیہ آپ نے کیسے فرمایا فرمانے لگے یار بات یہ ہے کہ اللہ نے جو کام کرنا ہوتا ہے اسے اس میں صوفیوں کو لگا دیتا ہے اس کے پسندیدہ لوگ ہوتے ہیں انہیں کسی ایسے کام پہ نہیں لگاتا جو نہ ہونے والا ہو جو قدرت نہ کرنا چاہے ان کی رغبت بھی اس کی طرف نہیں ہوتی اور جس کام پہ صوفی لگ جائیں وہ ہو جاتا ہے اس کے پکڑنے والوں میں ایک بندہ صوفی بھی شامل ہو گیا ہے یعنی اس ساری پولیس فورس میں یا اس ساری تگ و دو والوں میں کوئی ایک بندہ تھا حضرت رحمتہ فرمانے لگے اب یہ پکڑا جائے گا یعنی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کیسے فرمانے لگے ان میں ایک بندہ صوفی بھی شامل ہو گیا ہے جو صاحب حال بھی ہے اور ذاکر بھی ہے۔ اب یہ نہیں بھاگ سکے گا اور ایک ہفتے کے اندر اندر وہ بندہ پکڑا گیا یعنی پوری حکومت جس سے عاجز آچکی تھی اور ساڑھے سات سال نہ پکڑا جا سکا پولیس والے بھی قتل ہوتے رہے پولیس مقابلے بھی ہوتے رہے نہ پکڑا گیا وہ ایک ہفتے میں پکڑا گیا۔ اس انقلاب میں بھی جب وہ اپنے بندوں کو لگا دے گا تو یہ ہو جائے گا۔ یہ کوئی مشکل نہیں ہے قادر مطلق کے لئے۔ خطرہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اسلام کی راہ روکنے کی فکر کر رہے ہیں اور مبارک ہیں وہ لوگ جو نفاذ دین کے لئے فکر کر رہے ہیں انتخاب ہوں گے یہ آپ کے مروجہ نہیں میں ان انتخاب کی بات کر رہا ہوں جو وہ کرتا ہے اپنے بندے پسند کر رہا ہے اپنے بندے چن رہا ہے اپنے بندوں کو توفیق دے گا اور وطن عزیز پر ریاست اسلامی قائم ہو گی انشاءاللہ میں تو یہ دعا کیا کرتا ہوں کہ اللہ کریم کم از کم اس وقت تک زندہ رکھ لے اتنی مہلت دے۔ مرنے کو جی نہیں چاہتا کہ اس دنیا میں رہ کر اس ملک پر اسلام کی ریاست دیکھیں پھر موت آجائے جی چاہتا ہے کہ وہاں جاکر یہ خبر سنیں یہاں دیکھ لیں حسرت ہے دل میں جتنا ظلم دیکھ رہے ہیں جتنی نا انصافی دیکھ رہے ہیں جتنا جبر دیکھ رہے ہیں اس کے مقابلے میں کبھی انصاف بھی دیکھیں عدل بھی دیکھیں امن بھی دیکھیں اور پھر سے وہ بہار لوٹ آئے کہ لوگ زکوۃ دینے کے لئے جھولیاں بھر کر پھرتے ہوں اور انھیں کوئی لینے والا نہ ملے وہ بہار لوٹ آئے کہ کوئی بڑے سے بڑا رئیس کسی غریب کا حق نہ مار سکے کوئی بڑے سے بڑا طاقتور کسی کمزور کو جھڑک نہ سکے ہر فرد بشر تک انصاف پہنچے اور انشاءاللہ العزیز ایسا ہو کر رہے گا آپ ایک محنت ضرور کیجئے وہ صرف یہ کہ خود کو اسلام کے لانے والوں میں شامل کیجئے اور وہ ایسے ہو گا کہ سب سے پہلے عملی طور پر اپنے آپ پر اسلام کو نافذ کیجئے۔ کسی دوست نے سوال کیا کہ جی ہم اپنے آپ پر اسلام نافذ کیسے کریں؟

حضرت حافظ صاحب نے اس کا جواب دیا ہے اور چھپ گیا ہے ابھی میری نظر سے گزرا نہیں لیکن حافظ صاحب

کے اعتماد پہ کہہ رہا ہوں کہ آپ اس کا مطالعہ کیجئے اس میں انہوں نے کوئی طریقہ تو بتایا ہو گا اور انشااللہ یقیناً وہ بہتر اور صحیح طریقہ ہو گا۔ ہر ساتھی خادم بننے کی کوشش کیجئے مخدوم بنے کی نہیں طالب بننے کی کوشش کیجئے پیر بننے کی نہیں بندا بننے کی کوشش کیجئے خدائی اوصاف اپنانے کی نہیں اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرما کر ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم اپنے آپ کو اس قابل بنالیں کہ جب کوئی بھی قافلہ اتباع سنت صلی اللہ علیہ وسلم میں نکلے تو اللہ کرے ہمارا نام بھی اس میں شامل ہو ہمار خاک بھی اس میں شامل ہو وہ احسان فرمائے تو ہم جیسے لوگوں کو بھی شہادت عطا کر دے شہیدوں کی صف میں کھڑا کر دے کبھی عرصہ محشر میں ہم بھی چاک گریبان لیکر کھڑے ہوں

فتنوں وغیرہ کے شر سے پناہ مانگنا

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ! اِنِّیۡ اَعُوْذُبِكَ مِنۡ فِتْنَةِ النَّارِ، وَعَذَابِ النَّارِ، وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰی وَ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ۔ اَللّٰھُمَّ! اِنِّیۡ اَعُوْذُبِكَ مِنۡ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِیۡحِ الدَّجَّالِ۔ اَللّٰھُمَّ! اَغْسِلۡ قَلْبِیۡ بِمَآءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَ نَقِّ قَلْبِیۡ مِنَ الْخَطَایَا، کَمَا نَقَّیۡتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ۔ وَبَاعِدۡ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدۡتَ بَیۡنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ اَللّٰھُمَّ! اِنِّیۡ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْکَسَلِ وَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں جہنم کے فتنہ سے اور جہنم کے عذاب سے اور قبر کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے اور دولت مندی کے فتنہ کی برائی سے اور محتاجی کے فتنہ کی برائی سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ کی شر سے۔ اے اللہ! میرے دل کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے اور میرے دل کو غلطیوں اور گناہوں سے اس طرح پاک وصاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے پاک ہوتا ہے۔ اور میرے اور میرے گناہوں کے مابین اتنا فاصلہ کر دے جتنا فاصلہ تو نے مشرق ومغرب کے درمیان رکھا ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں کاہلی سے اور ایسے اسباب وذرائع سے جو گناہ اور قرض میں مبتلا کریں۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۸۰ الدعوات: باب ۴۶ التعوذ من فتنة الفقر

روایتی اسلام اور سیاسی اسلام کی بحث

الطاف جاوید

پچھلے دنوں روایتی اسلام اور سیاسی اسلام پر بحث ہوتی رہی ہے۔ اس بحث کے مرکزی کردار ایران کے حسین نصر چودھری مظفر حسین اور مولانا مودودی تھے۔ فلسفی حسین نصر نے روایتی اسلام کی حمایت میں کتاب لکھ دی' چودھری مظفر حسین صاحب مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کی شکست کا سبب اسلام کو آئیڈیالوجی کے طور پیش کرنے اور اس آئیڈیالوجی کی کامیابی کے لئے سیاست میں حصہ لینے کو سمجھتے ہیں او مولانا مودودی پر یہی الزام ہے کہ انہوں نے روایتی اسلام کی جگہ آئیڈیالوجیکل اسلام کو پیش کیا اور اپنے مسلک کے خلاف اس کی کامیابی کے لئے اقتدار پر قبضہ کرنے کی خاطر جماعت کی سیاست میں دھکیل دیا۔ آئیڈیولوجی اگرچہ جدید اصطلاح ہے' مگر حدیث کے مطابق حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے' جہاں سے ملے وہاں سے حاصل کرے۔

یہ بحث آج ہی پیدا نہیں ہوئی بلکہ سرسید کے عہد سے بھی پہلے سے ہو رہی ہے۔ کیونکہ کمپنی بہادر نے ہندوستان کی مغل سلطنت پر قبضہ کیا تھا' اس لئے یہ بحث چل نکلی کہ اسلام ایک ثقافت ہے یا سیاسی نظریہ ہے۔ یہ بحث نیچے سروں میں جاری رہی تا آنکہ اقبال نے خطبہ الٰہ آباد میں یہ بات کہہ دی کہ شمالی ہندوستان کے مسلم اکثریت کے خطوں کو ہندوستان سے الگ کر کے ایک ریاست بنا دی جائے' تاکہ ا سلام پر عربی ملوکیت کی جو تہہ جم چکی ہے اسے رفع کر کے اس حقیقی اسلام کو نمایاں کیا جا سکے جو نہ صرف براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالا یا ہوا دین ہے بلکہ یہ عہد حاضر کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

ڈاکٹر یوسف گورایہ نے اپنی تصنیف ”جدید اسلامی ریاست اور اقبال“ میں بتایا ہے کہ اقبال نے یہ الفاظ اس وقت کہے جب وہ اس سے قبل بیس برس کے عرصے میں حقیقی اسلام کے خدوخال کو مرتب کر چکے تھے اب اس اسلام کو ملت اسلامیہ میں رائج کرنے کے لئے ایک ریاست کی ضرورت تھی جسے خطبہ الٰہ آباد میں پیش کر دیا گیا' مگر پاکستان بننے کے بعد جو قوتیں مسند اقتدار پر آئیں وہ نہ اقبال سے واقف تھیں نہ حقیقی اور روایتی اسلام میں فرق کرنے کی ان میں تمیز تھی۔ ان کا مقصد صرف لوٹ مار اور اس سے اپنی تجوریوں کو بھرنا تھا۔ ان افراد میں ایک بھی فرد اقبال کی طرح صاحب علم اور رزف نگاہ نہیں تھا۔ اب اتنے عرصے کے بعد حسین نصر صاحب کی تصنیف سے یہ بحث شروع ہوئی ہے کہ اسلام محض ایک روایت پسند مذہب ہے یا ثقافت ہے یا اس کے پاس انسانیت کی معاشی سیاسی تہذیبی' عائلی اور ذہنی حیات کی تعمیر نو کے لئے کوئی پروگرام اور نظریات و تصورات ہیں یا نہیں؟ حسین نصر ایران کے دانشور ہیں اور ڈاکٹر علی شریعتی بھی ایران کے دانشور تھے۔

حسین نصر شاہ ایران کی نوکری کرتے رہے اور جب اسے زوال آگیا تو وہ امریکہ چلے گئے اور سوویت یونین کے خاتمے کے بعد امریکہ اور یورپ کے کئی ایک دانشوروں نے اپنی ذہنی اور تہذیبی قوتوں کو بیدار رکھنے کے لئے کمیونزم کی جگہ اسلام کو زیر بحث لانا شروع کر دیا۔ یورپ کے دانشوروں نے احیائے اسلام کی تحریکوں کو دہشت گرد قرار دے کر اسلام کو دہشت پسند مذہب قرار دے دیا اور تنقید شروع کر دی۔ سادہ ذہن مسلم دانشور بھی اس سحرانگیز دانش کے فریب میں آگئے۔

اس ساری بحث میں دو بنیادی باتوں کو قطعا نظر انداز کر دیا گیا۔ ایک یہ کہ "مذہب کی ابتداء کیا ہے؟" دوسری "خود رسول اللہ کا ابتدائی نبوت سے لے کر آخر تک عمل کیا رہا؟ حسین نصر صاحب کے مقابل ایران ہی کا دوسرا دانشور علی شریعتی تھا' جس نے شاہ ایران کے حوالے سے اسلام میں ملوکیت اور اس کے معاشی اور تہذیبی اداروں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ جن دنوں وہ فرانس کی پیرس یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کر رہے تھے انہوں نہ صرف فرانز سارترے الجزائر کی آزادی کی جنگ لڑنے والے مجاہدوں جیسے فرحت عباس اور بن بیلا کے ساتھ عملی تعاون کیا۔ بلکہ افریقہ کی جنگ آزادی میں حصہ لینے والے دانشواروں کی کئی ایک انقلابی تحریروں کا ترجمہ کیا۔ بالاخر "مجاہدین خلق" کی سیاسی جماعت قائم کر دی۔

علی شریعتی کی انقلابی سرگرمیوں اور افکار سے شاہ ایران ہمیشہ دہشت زدہ رہا۔ پہلے انہیں قید و بند میں ڈالا پھر انہیں قتل کروا دیا۔ اس ساری بحث میں وہ اسلام پسند مفکر جو ذرائع پیداوار پر نجی ملکیت کو تقدس دینے اور سرمایہ دارانہ جمہوریت کے حامی تھے' ایک طرف ہیں اور وہ مفکر جو اسلام کی تعلیمات کی رو سے نجی ملکیت کے مخالف اور عوامی جمہوریت کے حامی تھے' دوسری طرف ہیں اور یہ مفکر روایتی اسلام کے مخالف ہیں۔

ان ترقی پسند اور جدیدیت کے حامی مسلم دانشوروں کی بھی تین قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو مغرب کے علمی اور سائنسی ارتقاء سے تو متاثر ہے' مگر اس کے اخلاقی ابتذال سے نالاں ہے' ان دانشوروں میں فرانس کے رینے گیتوں' ڈاکٹر شاوان پروفیسر حسن عسکری اور ان کے ہم خیال شامل ہیں' ان دانشوروں نے روایتی اسلام کو جدید زبان میں پیش کر دیا۔ مولانا مودودی عالم دین کی حیثیت سے اسی زمرے میں شامل ہیں۔ ان کی دانش لفظ پرستی اور روایت پرستی کے گرد گھومتی ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جو قرآن کا اس جدید عہد کی علمی روشنی میں مطالعہ تو کرتی ہے مگر وہ روایت کی پابند نہیں ہے' ذرائع پیداوار پر نجی ملکیت کے زیادہ خلاف نہیں ہے اور مغرب کی سرمایہ دارانہ جمہوریت کو حقیقی جمہوریت تصور کرتی ہے۔ ان میں ڈاکٹر فضل الرحمان ڈاکٹر رشید جالندھری کسی حد تک ڈاکٹر رفیع الدین اور ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم جیسے صاحب فکر لوگ شامل ہیں۔

تیسری قسم میں ڈاکٹر یوسف گورایہ اور کافی حد تک ڈاکٹر رفیع الدین اور خلیفہ عبد الحکیم کی فکر کے بعض پہلو آجاتے ہیں۔ ان کے افکار اسلام میں پیدا ہونے والی ملوکیت کے خلاف ہیں اور ملوکیت کے زیر اثرا شعریت اور دوسرے رجعت پسند فقہی اور روایتی نظریات کے بھی شدید مخالف ہیں۔ یہ ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت کے مخالف ہیں اور سرمایہ دارانہ جمہوریت کی جگہ اسلامی خلافت کے حامی ہیں۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر رفیع الدین نے مغربی فکر کے اساطین جیسے ڈارون' میکڈوگل فرائیڈ ایڈلر میکاولی اور مارکس پر شدید تنقید کی ہے' مگر بالاخر مارکس کے معاشی نظریئے کو تسلیم بھی کیا ہے۔

اب یہ بحث کہ اسلام روایتی ہے یا سیاسی سب سے پہلے روایتی اسلام پر نظر کی جاتی ہے۔ روایتی اسلام کی ابتداء خلافت دمشق سے شروع ہوتی ہے' یہ خلافت مدینہ کی ضد تھی۔ مدینہ کی خلافت کو خلیفہ عبد الحکیم نے

اشتراکی جمہوریت کہا ہے کیونکہ انصار و مہاجرین میں جو مساوات قائم کی گئی تاریخ انسانی نے اس سے قبل ایسی مساوات نہیں دیکھی تھی' اس کے علاوہ اس عہد میں پیدائش دولت کے دو ذرائع تھے ایک تجارت دوسرے زمین۔ مشین مفقود تھی اس عہد کی نوعیت کے مطابق تجارت پر عوامی ملکیت قائم نہیں ہو سکتی تھی' اس لئے اس پر زکوۃ کا ٹیکس عائد کر دیا گیا۔ حضرت عمر فاروق کے نزدیک اس ٹیکس کی شرح متعین نہیں تھی' مگر زمین کے متعلق حضرت رافع بن خدیج اور ان کے ساتھ پانچ صحابیوں کی شہادت ہے کہ رسول اللہؐ نے زمین کا مالک اسی کو قرار دیا جو اس کو خود کاشت کرے۔ زمین کو پٹے پر دینے یعنی مزار عت کو سودی کاروبار قرار دیا گیا' لہذا جاگیرداری اور اس کی سیاسی شکل ملوکیت کو قطعی طور پر مسترد کر دیا گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے مصر و شام کی زمینوں کو ریاستی ملکیت قرار دیا۔ مدینہ کی ریاست نے عورت کے حقوق بحال کئے اسے آزادی عطا کی سود کو حرام قرار دے دیا۔ اعلان کر دیا گیا کہ پیدا ہونے والا بچہ غلام نہیں۔ آزاد پیدا ہوتا ہے اسلامی ریاست کا فرض قرار دیا گیا کہ اس کی حدود میں ایک کتا بھی بھوکا نہ رہے۔ یعنی زندگی کی بنیادی ضروریات اور حقوق کی ادائیگی اور تکمیل ریاست کا فرض بن گیا۔ علم کے حصول کو لحد سے مہد تک لازمی کر دیا گیا۔ قرآن نے تعقل تدبیر تفقہ کی اقدار کو بار بار دوہرایا تاکہ عقل آزاد رہے۔ قرآن نے اپنی پہلی وحی میں "علم بالقلم" کی اصطلاح روشناس کی جس کا معنی وہ علم ہے جو تجزیے و مشاہدے پر مبنی ہو اور اسے قلم کے ذریعے ریکارڈ کیا جا سکے۔ ہمارے عہد میں اس کو سائنسی منہاج تحقیق کہا جاتا ہے۔ فرد کو اپنے اعمال کا مختار اور ذمہ دار قرار دیا گیا' عربی قبائل کو ایک وحدت میں مدغم کر دیا گیا۔

مگر خلافت دمشق نے اشتراکی جمہوریت کو موروثی سلطنت میں بدل دیا۔ فلسفہ جبر (DETEMINISM) کی ترویج کی گئی قبائلی عصبیتیں ابھر آئیں عربی زبان اور تہذیب کی بالادستی قائم کر دی گئی۔ غلامی کے ادارے کو دائمی قرار دے دیا گیا۔ اقتدار قانون سازی اور بیت المال سے عوام کو بے دخل کر دیا گیا۔ یہ بادشاہ یا خلیفہ کے تصرف میں آگئے۔ اس موضوع پر مصر کے ڈاکٹر طٰہ حسین قطب شہید اور مولانا مودودی نے تفصیلی بحث کی ہے' مگر ملوکیت اور سرمایہ دارانہ جمہوریت کے تقاضوں نے ان مباحث کو دبا دیا۔ ملوکیت کی منطق نے اعتزال کو خون میں ڈبو دیا اور اشعریت جو ملوکیت کا سب سے کڑوا اور زہریلا پھل تھا' اسے رواج دے دیا گیا اشعریت کا زہر ملت اسلامیہ کی ہر مملکت کے فکری اداروں میں سرایت کر گیا' یہی سبب ہے کہ ہمارا روایتی اسلام پسند ذہن مغرب کے اعتزال جدید کو برداشت نہیں کر رہا کیونکہ اس میں عقل اپنے منطقی فیصلوں میں آزاد ہوتی ہے۔ اقبال کے بعد علی شریعتی اس روایت پسند اسلام کے جس نے ملوکیت کی آغوش میں پرورش پائی ہے' شدید مخالف ہیں۔ اشعریت کے زہر کا یہ اثر ہے کہ اقبال علی شریعتی اور دوسرے روشن فکر دانشوروں کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ ان کی تحریرات کو ایران بر صغیر پاک و ہند اور مصر وغیرہ کے کسی دینی مدرسے میں اور یونیورسٹیوں میں داخل نہیں کیا گیا۔ روایت پسند اسلامی ذہن نے بائبل اور قرآن میں بیان کردہ قصہ آدم کو روایتی انداز میں داستان گوئی کی شکل میں بیان کر دیا۔ حالانکہ یہ قصہ مذہب یا نبوت کی ضرورت کو سمجھنے کے لئے کلید کا کام دیتا ہے۔ مفسرین نے بتایا کہ آدم کو خدا نے پیدا کیا اسے جنت میں رکھا اور شجر ممنوعہ کا پھل کھانے سے منع کر دیا' مگر آدم نے وہ پھل کھالیا اس نافرمانی کے بدلے خدانے آدم کو زمین پر بھیج دیا۔ مفسرین نے آدم کو جو نوع انسانی کا پہلا انسان تھا نبی اور علیہ السلام بنا دیا' مگر قرآن نے اس قصے کو دوسری شکل میں پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر شریعتی نے بتایا ہے کہ یورپ میں تاریخ کو سمجھنے کے لئے گل گامشین اور دوسرے اساطیری افسانوں سے مدد لی جاتی ہے' جب کہ قرآن اور بائبل کا قصہ آدم اور اس کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا واقعہ ان اساطیر کے مقابل ایک سائنٹیفک اور عقلی تناظر پیش کرتا ہے۔ یہ قصہ علاماتی ہے جس کے ذریعے انسانی نسل کے ارتقاء اور اس کے شعور کی پختگی کو پیش کیا گیا ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ ہابیل اور قابیل کے باہمی تنازعہ کے فیصلے کے لئے آدم نے انہیں قربانگاہ میں قربانی پیش کرنے کو کہا' جس کی قربانی خدا منظور کرے گا وہی صادق ہوگا' چنانچہ ہابیل اونٹنی یا کوئی جانور لے کر آیا اور قابیل اناج کی مٹھی بھر دانے لے کر آیا۔ ہابیل کی قربانی منظور ہوگئی مگر اس کے باوجود قابیل نے اسے قتل کر کے اس کی بیوی اور مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔

قصہ بتاتا ہے کہ اونٹنی دور شکار کی علامت ہے جبکہ اناج دور زراعت کی ابتداء کو بتاتا ہے۔ دور شکار میں دریاؤں اور جنگلوں پر شکاری قبیلوں کی نجی ملکیت نہیں تھی' فرد اور قبیلے کے مفاد میں نظریئے اور عمل میں کوئی تضاد نہیں تھا۔

شکار کی مقدار قبیلے کا بزرگ سب افراد میں مساوی تقسیم کر دیتا تھا۔ قرآن نے اس دور کو جنت یا جنتی معاشرہ کہا ہے' جب کہ دور زراعت میں قابل کاشت زمین اور اس کی پیداور پر افراد کی نجی ملکیت قائم ہو گئی۔ قیدیوں کو غلام بنایا گیا اس طرح غلامی کا ادارہ قائم ہوگیا۔ اب ریاست اور اس کے ادارے مقننہ انتظامیہ اور عدلیہ وجود میں آگئے ان اداروں اور پیداوار کے ذرائع پر طاقتور قبیلوں نے قبضہ جما لیا۔ انسانوں کی بہت بڑی تعداد کو غلام بنا لیا گیا۔ اب وحدت انسانی قائم نہ رہی معاشرہ دو متضاد معاشی طبقوں میں تقسیم ہوگیا۔ تیری اور "میری" کے الفاظ بولے جانے لگے۔ ان متضاد معاشی طبقات کے مفادات میں بھی تضاد تھا یہ مفاد باہم ٹکرانے لگے اور اس طرح طبقاتی کشمکش شروع ہوگئی اور مذہب بھی دو حصوں میں بٹ گیا۔ ایک مراعات یافتہ طبقوں کے مفاد کا حامی بن گیا دوسرا عوام اور غلاموں کے مفادات کا حامی ٹھہرا۔

قرآن نے اس تفریق اور طبقاتی کشمکش کو "بعض کم بعض عدو" کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اس تفریق' تضاد اور باہمی عداوت نے جنتی معاشرے کو تلپٹ کر دیا۔ قرآن نے اس تبدیل شدہ معاشی اور معاشرتی حالت کو سبوط آدم قرار دیا ہے۔ اس کا جنتی معاشرہ ذرائع پیداوار پر نجی ملکیت کے باعث تباہ ہو چکا تھا۔ اب "رغداحیث شئتما" کی بجائے زیادہ سے زیادہ زمین اور دوسرے ذرائع پر تسلط جمانے کے لئے چھینا جھپٹی شروع ہوگئی۔ قرآن نے اس حالت کو حیات ارضی قرار دیا ہے۔ جب باہمی مخاصمت نے ترقی کی تو انسان کا انسان پر اور قوم کا قوم پر ظلم و جبر بڑھتا چلا گیا۔ ایک طرف دولت کی فراوانی اور دوسری طرف ناداری و محرومی نے متضاد اخلاق پیدا کر دیئے۔ اب تاریخ قابیل عہد میں داخل ہو چکی تھی اسی غلام سازی اور غلاموں سے کام لینے نے بابل کلوانیہ سمیریہ آشوری مصری اور روم جیسی عظیم تہذیبوں کو پیدا کیا جو استحصال محنت ظلم و جبر اور تعیش و بے راہ روی کے باعث تباہ ہو گئیں۔

قرآن بتاتا ہے کہ لا طبقاتی معاشرے کو پھر سے قائم کرنے کے لئے انبیاء کی بعثت شروع ہوئی طبقاتی معاشرے نے خوف (جنگ وفساد) اور حزن (ناداری و محکومی) کو جنم دیا تھا۔ قرآن نے کہا کہ اگر انبیاء کی تعلیمات پر عمل کرو گے تو خوف حزن سے پاک جنتی معاشرے کی دوبارہ تشکیل ہو جائے گی علی شریعتی نے توحیدی الہی کے نظریے پر مبنی معاشرے کو توحید معاشرہ یعنی لا طبقاتی معاشرہ کہا ہے اور طبقاتی معاشرے کو مشرک یا شرک زدہ قرار دیا ہے' مگر ہوا یہ کہ صاحب اقتدار اور صاحب مال دولت طبقوں نے اپنے وجود اور

اپنے مفاد کے تحفظ کے لئے مذہبی پیشوائیت کے ساتھ مل بھگت کر کے انبیاء کی انقلابی تعلیمات کے مفہوم کو بدل دیا۔ ان کی تعلیمات سے معاشرے کی لاطبقاتی تشکیل کے تصور کو نکال دیا گیا اور عوام کو بتایا گیا کہ امیر اور غریب بادشاہ اور محکوم خدا بناتا ہے ' اس تقدیر کو انسان نہیں بدل سکتا۔ غربا اور محروم طبقوں کو اپنے حقوق کے لئے احتجاج یا بغاوت نہیں کرنی چاہئے یہ خدا کی مرضی کے خلاف ہے صبر و قناعت سے کام لینا چاہئے موت کے بعد اس کا بڑا اجر ملے گا۔ تمام مذاہب عالم اور اسلام میں بھی یہ سازش کام کرتی رہی۔ تاریخ میں غلاموں زرعی غلاموں اور اجرتی غلاموں کی اکثریت ذرائع پیداوار سے محروم رہی ہے اور صرف اپنی محنت بیچ کر ان مصنوعی خداؤں کی دولت میں اضافہ کرتی رہی ہے اور آج بھی کر رہی ہے۔ یہ اکثریت علم اور تہذیب کی برکتوں سے بھی محروم کر دی گئی۔

یورپ میں سائنسی علم میں ترقی کے باعث انسانوں کی اکثریت کے اس دکھ کا سبب معلوم کر لیا گیا ہے۔ اس فکر پر ریاست بھی بنی مگر ذرائع پیداوار پر قابض طاقتور طبقوں نے فی الحال اسے ختم کر دیا ہے مگر نہ ہی اس کی تعلیم ختم ہوئی ہے اور نہ ہی انسانی شعور نے اس کو مسترد کیا ہے۔ ایک حادثہ تھا جو پیش آیا۔ اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ انبیاء کی بعثت طبقاتی معاشرے کو لاطبقاتی معاشرے میں تبدیل کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی۔

چودھری مظفر حسین صاحب کا یہ خیال غلط ہے کہ مولانا مودودی نے اسلام کو آئیڈیالوجی کی حیثیت سے پیش کیا اور سیاست میں حصہ لیا اس لئے وہ ناکام ہوگئے بلکہ اس کے برعکس صحیح بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک سیاسی تھی اور ایک آئیڈیالوجی کے سارے اجزاء اس میں پائے جاتے تھے۔ پہلی غار حرا میں نازل ہونے والی پانچ آیات نے نظریئے کو مدون کیا پھر اس نظریئے پر جماعت سازی ہوئی پہلے زیر زمین پھر واضح طور پر اس نظریئے یا آئیڈیالوجی و پیش کیا گیا مگر قریش کے غلام ساز مالدار سرداروں نے اس نظریئے کے مستقبل بھانپ لیا تھا۔ تبھی تشدد شروع ہوا۔ شعیب ابی طالب کے تین سالوں میں وحی الٰہی نے حضرت موسیٰ کی طرح غلاموں کی رہائی حضرت یوسف کی طرح اشتراکی معیشت سے عوام کی بھوک سے بچانے اور حضرت ابراہیم کی طرح ہجرت کر جانے کے انقلابی راستوں سے آگاہ کیا۔ ہجرت ہوئی اور یثرب کی سر زمین سے غلامی جہالت بھوک اور بے انصافی کے خلاف جہاد شروع کیا گیا انسان کو غلام بنانے والی قوتیں ٹکراتی رہیں مگر بالاخر حق کے سامنے باطل پاش پاش ہو گیا قرآن میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق ہدایات موجود ہیں جو اسلام کو ایک آئیڈیالوجی کی شکل دیتی ہیں۔ قرآن نے بتایا ہے کہ عدل وقسط کو قائم کرنے کے لئے خدا نے لوہا یعنی قوت نازل کی ہے اس قوت سے استحصال پسند مترفین و متکبرین کے ٹولوں کو ختم کر دینا مقصود ہے تاکہ انسان معاشی ناہمواری سیاسی محکومی جہالت اور ظلم و جبر سے ہمیشہ کے لئے نجات پا جائے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ دین اور سیاست جڑواں بھائی ہیں۔ (الملک والدین توامان) یہی حقیقی اسلام ہے۔

یورپ کے مشاق دانشور قران کی تعلیم کو سمجھتے ہیں وہ مسیحی مذہب کے مقابل اسلام کو ایک مکمل نظریہ حیات و کائنات کی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اشتراکی قوتوں نے مذہب کو مسترد کرنے کی جو غلطی کی تھی وہ اسلام میں نہیں ہے۔ اگر اشتراکی معیشت کے ساتھ انبیاء کی اخلاقی و روحانی اقدار کائنات اور انسانی فطرت کی روحانی تعبیر مل گئی تو ایشیا افریقہ اور لاطینی امریکہ کی کمزور اور پسماندہ اقوام کے خام مال کے ذخائر پٹرول اور ان کے افراد کی سستی محنت کو لوٹنے کا جواز نہیں رہے گا۔ اگر وحدت ادیان کے نظریئے کے ساتھ

یہ تعلیم پھیل گئی تو نو آباد باقی نظام قائم نہیں رہے گا اور کنزیومرازم کی اساس پر ان اقوم کو ان کی اپنی تہذیبی جڑوں سے الگ کر نانا ممکن ہو جائے گا اسی لئے یورپ اسلام کو غیر سیاسی لا نظریاتی اور روایتی مذہب کی حیثیت سے دیکھنے کا متمنی ہے اور ان دانشوروں کی ہمت افزائی کر رہا ہے جو ان کے اس ہتھکنڈوں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور جن کو وہ اپنے لئے خطرناک تصور کرتا ہے انہیں قتل کروا دیتا ہے۔ حال ہی میں سوئیکار نور ذوالفقار علی بھٹو سعودی عرب کے شاہ فیصل مصر کے جمال عبد الناصر چلی کے ڈاکٹر الاندے گھانا کے ڈاکٹر انکرومہ ایران کے علی شریعتی جیسے بہادر دانشوروں کو تشدد سے ختم کر دیا گیا اور حسین نصر جیسے دانشوروں کو روایتی اسلام کی تبلیغ کرنے کی پٹی پڑھا دی۔

مولانا مودودی اور دوسرے علماء اور مذہبی پیشواؤں کی ناکامی مراعات یافتہ طبقات کے مفاد کی حمایت میں اسلام اور مذہب کی تفسیر و تشریح کرنا ہے۔ یہ تفسیر پسماندہ اور محنت کش عوام کو ان کی مادی حالت میں بہتر تبدیلی کے لئے کوئی نوید یا بشارت نہیں دیتی۔ اس تفسیر میں عورت کی آزادی پر پابندی فنون لطیفہ کو حرام قرار دینا ذرائع پیداوار کی ملکیت کا تقدس اور عقل کے فیصلوں پر قدغن شامل ہے۔ یہی سبب ہے کہ تفسیر پر تفسیر آرہی ہے۔ مگر امت کا زوال اور گہرا ہوتا چلا جا رہا ہے جو مسلم جماعتیں تشدد کے ذریعے اسلام کو نافذ کرنا اور اس کا حیاء کرنا چاہتی ہیں وہ دراصل یورپ کی بدنیتی کے ہاتھ مضبوط کر رہی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علی شریعتی اقبال یوسف گورایہ رفیع الدین خلیفہ عبدالحکیم اور افضل الرحمان جیسے روشن فکر دانشوروں کے فکر کو تبدیلی کے لئے نظریاتی اساس بنایا جائے' جب تک ایسا نہیں ہوگا ناکامی مقدر رہے گی۔ خاص طور پر ان مسلم دانشوروں اور علماء جیسے مولانا عبد اللہ سندھی عبد الرحیم پوپلزئی مجلس احرار کے صدر چودھری افضل حق مولانا حسرت موہانی کے افکار کا بار بار مطالعہ کیا جائے انسان دوست اور عوام پرور اسلام کے احیاء کی کوشش کی جائے۔ ان کے فکر پر عبور رکھنے والی ایک انیٹا لیکچوئل مینیارٹی (INTELLECTUAL MINORTTY) تشکیل دی جائے جو انقلابی عمل کی قیادت کر سکے' اگر ایسا ہوگیا تو بار بار کی ناکامی سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔ مولانا آزاد کے سیکرٹری پروفیسر اجمل خان کی ترتیب نزول قرآن کی تلخیص شائع ہو چکی ہے جس نے اسلام کو وحدت ادیان پر مبنی انقلابی تحریک ثابت کر دیا ہے۔

لہٰذا روایتی اسلام مسلمانوں اور انسانیت کے دکوں کا مداوا نہیں ہے نہ ہی ہاتھ کاٹنے اور کوڑے مارنے والا اسلام کام دے سکتا ہے' بلکہ حقیقی اسلام جو معاشی مساوات' سیاسی حریت مذہبی رواداری' عورت اور مرد کی برابری' عورت کی آزادی علم وسائنس کا حامی' عقل کو اپنے فیصلوں اور نتائج میں آزاد رکھنے والا محبت کرنے والا' انسان دوست' موعظتہ حسنہ اور حکمت کے ذریعے اپنی بات منوانے والا اسلام ہی مسئلے کا حل ہے۔ **هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق یظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون** کی نصب العین آیت کے مطابق اظہار دین کے لئے غیر مسلموں کی گردن مارنے کی بجائے کتب مقدسہ کی مشترک اساسیات کو تسلیم کرنے کے بعد اخلاقی مسائل کے لئے حکمت اور موعظتہ حسنہ سے کام لیا جائے روایتی اسلام اس آیت مقدسہ کی فاشسٹ تعبیر کا حامی ہے اور تشدد کے ذریعے غلبہ اسلام کو قائم کرتا ہے (الجہاد فی الاسلام ازمولانا مودودی) اسلام کی فاشسٹ تعبیر میں مولانا مودودی اکیلے نہیں ان کے ساتھ خیری برادران اور علامہ مشرقی جیسے اسلام پسند سکالرز بھی شامل ہیں۔ دنیا گلوبل شہر بن چکی ہے اور دہریت پسند اشتراکیت نے پرولتاری تحریک کی اساس پر جو عالمی کلچر اور عالمی حکومت قائم ہونے کی امید کی تھی وہ ناکام ہو چکی ہے۔ اب وحدت ادیان کی اساس

پر عالمی کلچر ابھر سکتا ہے اور یہی کلچر عالمی اور عالمی حکومت قائم ہونے کی امید کی تھی وہ ناکام ہو چکی ہے۔ اب وحدت ادیان کی اساس پر عالمی کلچر ابھر سکتا ہے اور یہی کلچر عالمی حکومت بھی قائم کر سکتا ہے اور اس سارے عمل میں اسلام مرکزی کردار کی حیثیت رکھتا ہے بشرطیکہ مذہبی پیشوائیت کے ادارے کو ختم کر دیا جائے جو مذاہب کے درمیان نفرت کے بیج بوتا ہے اور ذرائع پیداوار کو نجی ملکیت سے نکال کر عوامی ملکیت میں سے لے آیا جائے اور توحید الٰہی کے تصور پر طبقاتی معاشرے توحیدی معاشرے یعنی لا طبقاتی معاشرے میں تبدیل کر دیا جائے' اس کے لئے دنیا کی رجعت پسند تفریق انسانیت کی حامی اور ذرائع دولت پر نجی تصرف رکھنے والی قوتوں اور مذہبی پیشوائیت کے خلاف ایک جاں گسل جدوجہد کرنی پڑے گی۔

رسول اللہ کی دعائے مغفرت

غزوۂ خیبر میں مرحب یہودی اور صحابی رسول حضرت عامرؓ کے درمیان مقابلہ ہوا۔ دونوں کی تلواریں چلنے لگیں۔ مرحب کی تلوار عامرؓ کی ڈھال میں گھس گئی۔ عامرؓ نے اس سے بچنے کے لیے ڈھال نیچے جھکائی تو وہ تلوار ان کی پنڈلی پر جا پڑی۔ اور اس نے ان کی رگ کاٹ دی اسی زخم کے باعث انہوں نے شہادت پائی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ عامر کا عمل بے کار گیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو قتل کر لیا یہ سن کر عامر کے بھتیجے سلمہؓ روتے ہوئے رسول اللہ کے پاس آئے اور پوچھا: "یا رسول اللہؐ! کیا عامر کا عمل بے کار گیا؟" فرمایا: "یہ کس نے کہا؟" سلمہؓ نے بتایا: "آپؐ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا: "جس نے یہ کہا غلط کہا، ان کے لیے تو دوہرا ثواب ہے۔" حضورؐ نے یہ اس وجہ سے کہا کہ جب اسلامی لشکر خیبر کی جانب مارچ کر رہا تھا، تو عامرؓ اصحاب رسول کی جوش دلانے کے لیے یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے: "اللہ کی قسم، اگر اللہ نہ ہوتا ہم لوگ ہدایت نہ پاتے، خیرات نہ کرتے نماز نہ پڑھتے۔ جن لوگوں نے ہم پر کفر کیا انہوں نے جب فتنے کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کیا۔ اے اللہ! ہم تیرے فضل سے بے نیاز نہیں ہیں اس لیے جب ہم مقابلہ کریں تو ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما۔" جب عامرؓ یہ اشعار پڑھ رہے تھے تو رسول اللہ نے دریافت فرمایا: "یہ کون ہے؟" لوگوں نے بتایا کہ عامرؓ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "اے عامر اللہ تمہاری مغفرت کرے۔" اس واقعے کے راوی کا کہنا ہے کہ حضورؐ نے جب کبھی کسی شخص کے لیے اس کی تخصیص کے ساتھ دعائے مغفرت کی تو وہ ضرور شہادت کے مرتبے سے سرفراز ہوا (ابن سعد)

مستجاب الدعوات ہونے کا مفہوم

عام طور پر یہ خیال ایک عقیدہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے کہ جب کوئی انسان منازل سلوک طے کر کے عارف باللہ ہو جاتا ہے تو اس کی ہر دعا قبول ہو جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دعا بہرحال ایک درخواست ہے۔ حکم نہیں' دیکھئے انبیاء علیہم السلام مستجاب الدعوات ہوتے ہیں' مگر ان کی بھی ساری دعائیں قبول نہیں ہوتیں اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان اور مرتبہ سب انبیاء سے ارفع ہے' مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وہ دعا جو رفع اختلاف امت کے متعلق تھی منظور نہ ہوئی تو یہ خیال کرنا کہ کسی عارف کی ہر دعا قبول ہو جاتی ہے سرا سر زیادتی اور کم فہمی کی دلیل ہے۔

(دلائل السلوک)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے حضرت حسن بن علیؓ کا بوسہ لیا۔ اس وقت آپؐ کے پاس اقرعؓ بن حابس تمیمی بیٹھے تھے۔ وہ بولے: میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے تو ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ یہ سن کر نبی کریمؐ نے (حیرت سے) ان کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا: جو شخص رحم و شفقت نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

آپ نے پوچھا

سوال : کفار کے خلاف جہاد کب لازم ہوتا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب : جہاد کی اقسام مختلف ہو جاتی ہیں جہاد اپنی فرضیت سے لے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فرض ہے اور کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ جس میں یہ فرضیت ساقط ہوئی ہو اگر اختیارات اور حکومت شرعی اور اسلامی ہو تو اس کا نفاذ' لوگوں کو انصاف پہنچانا' بے انصافی کا ازالہ' دین کی ترویج' تعلیمات کا اہتمام یہ سارا جہاد ہے جب اس کا راستہ کوئی طاقت روکے یا نفاذ اسلام کی راہ میں کوئی شے آڑے آئے تو اس کے ساتھ تلوار سے لڑنا فرض ہو جاتا ہے اور پھر اس کی فرضیت کا دائرہ اس طرح پھیلتا ہے کہ اگر ایک جگہ اسلام کا راستہ روکا گیا اور وہاں کے قریبی مسلمانوں نے اس بات کو سنبھال لیا اور اس کے لئے وہ کافی تھے تو خیر ہے انہی پر فرض ہے اور دوسروں کے لئے فرض کفایہ ہے کچھ لوگ کافی تھے اس لئے ضرورت نہیں لیکن اگر وہ اتنی ہمت نہیں رکھتے کہ دفاع کر سکیں یا اس ظلم کو روک سکیں تو پھر جو ان سے قریب تر ہیں ان پر فرض ہو جائے گا اور اس طرح بڑھتے بڑھتے اگر سارا عالم اسلام یا ساری اسلامی ریاستوں کو اس میں شامل ہونا پڑے تو سب کے لئے فرض ہوتا چلا جائے گا۔ جو حال آج ہے دنیا میں' مسلم ممالک میں اس میں کسی طرح سے بھی جہاد کی فرضیت میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن جہاد' جہاد ہے جہاد فساد نہیں ہے فساد کی ضد ہے کوئی آدمی اپنے ہاتھ میں قانون لے لے یا ایک آدمی کو گولی مار دے یہ کہہ دے جہاد ہو گیا یہ نہیں ہے ہاں کوئی ایک تنظیم' کوئی ایک ادارہ' کوئی ایک انسٹی ٹیوشن جو با اختیار ہو اور جسے یہ حیثیت حاصل ہو کہ وہ غلط یا صحیح کا فیصلہ دے سکے وہ جہاد کرنے کا مجاز ہے اور پھر جہاد کی شرائط ہیں کہ قیام امن کے لئے ہو۔ خود جہاد کے نام پر ظلم کرنا روا نہیں ہے ہر ممکن حد تک کافر کے قتل سے بھی گریز کیا جائے سوائے اس کے کہ اس کا قتل مجبوری بن جائے۔ زخمیوں کی دیکھ بھال میں مسلمانوں کے ساتھ دشمن کے زخمیوں کی دیکھ بھال ویسی ہی ہو گی۔ پھر جس طرح آج کل کے حرب و ضرب ہیں ان کی سب سے زیادہ کوشش جو ہوتی ہے وہ معاشی زد پہنچانے کی ہوتی ہے جہاد میں یہ چیزیں نہیں ہیں کسی کا کھیت اجاڑے جائے یا جو لوگ لڑ نہیں رہے انہیں تکلیف دی جائے یا کسی کے معبد گرائے جائیں یا عصمت دری کی جائے یا آبرو لوٹی جائے یا مال لوٹا جائے یہ سب کچھ جہاد میں نہیں ہے۔ بہرحال اب جہاد تو فرض عین ہے کوئی امام ہی قابو نہیں آتا کوئی ایسی ہستی ہی سامنے نہیں آتی جو اسے (LEAD) لیڈ کرے اور لے کے آگے چلے۔

سوال : زکوۃ کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی

اور ساڑھے سات تولہ سونا۔ اگر سونا ساڑھے سات تولہ سے کم ہو پانچ یا چھ تولہ ہو تو قیمت کے حساب سے ساڑھے باون تولہ چاندی سے زیادہ ہو گیا اس پر زکوٰۃ واجب ہو گئی یا نہیں۔

جواب : نہیں ہو گی۔ سات سے کم ہو گا یا نہیں۔

سوال : رشوت کے بارے میں حکم ہے کہ لینے اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں لیکن اگر جائز کام کے لئے دی جائے جیسا کہ آج کل کے معاشرہ میں ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب : دیکھیں پہلے آپ رشوت کا تعین کر لیں رشوت کا کوئی بھی جواز نہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ارشاد نبوی ہے کہ لینے والا دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

"الراشی و المرتشی کلا ھما فی النار"۔

رشوت کے لینے والا اور رشوت کے دینے والا۔ راشی رشوت دینے والا اور المرتشی رشوت لینے والا دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ لیکن رشوت یہ ہے کہ ایک چیز پر میرا یا آپ کا حق نہیں بنتا ہم اس کے لئے پیسے دیتے ہیں۔ اس کے لئے جھوٹ بولتے ہیں اس کے لئے سفارش کراتے ہیں یہ ساری رشوت کی صورتیں ہیں وہ حق کسی دوسرے کا ہے۔ میرٹ پہ کسی دوسرے کو ملنی چاہئے ہم لے لیتے ہیں اس کے لئے ہم پیسے دیں گے رشوت ہے سفارش کرائیں گے رشوت ہے اور کوئی سیاسی دباؤ ڈالیں گے رشوت ہے جھوٹ بولیں گے یہ ساری رشوت کی مختلف صورتیں ہیں وہ ذرائع جن کے ذریعے ہم نے وہ چیز حاصل کر لی جو ہمارا حق نہیں تھی یہ ہے رشوت۔ اب ایک آدمی کا اپنا حق بنتا ہے لیکن دینے والا روڑا اٹکاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے پیسے دو گے تو یہ تمہارا حق تمہیں مل سکے گا مجھے نہیں دو گے تو تم نہیں لے سکتے تو یہ دینے والے کے لئے رشوت نہیں ہے اور نہ یہ رشوت ہے یہ ڈاکہ ہے کہ لینے والا بنوک شمشیر یا گن پوائنٹ پہ یا زبردستی لے رہا ہے۔ ایک بندے کا پنشن کا حساب دس لاکھ بنتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں پچاس ہزار دو گے تو یہ ساڑھے نو لاکھ تم لے جاؤ اگر نہیں دیتے تو لگاؤ زور۔ اب وہ بیچارہ دس لاکھ لینے کے لئے خرچ پر، کرائے پر، مقدموں پر خرچ کرے پھر وہ دو سال چار سال ضائع کرے پھر وہ دس کا بھی اسے پانچ ملے۔ پانچ تو وہ خرچ کر چکا ہو گا تو اس ساری تکلیف سے بچنے کے لئے اگر اس نے وہ پچاس ہزار دے دیا ہے تو دینے والا لٹنے والا ہے اور لینے والا ڈاکو ہے یعنی رشوت کا جواز نہیں ہے اس میں۔ ایک چیز حق بنتی ہے ایک آدمی کا اور کوئی جس کے اختیار میں ہے وہ بغیر پیسے لئے دیتا نہیں تو جو پیسے دیئے جائیں گے وہ ڈاکہ ہے وہ رشوت نہیں۔

سودے کے بارے میں یہی حکم ہے کہ لینے دینے والا دونوں گنہگار ہیں سود لینا حرام ہے لکھا ہوتا ہے دینے والے کے لئے آج کل دکان بنانا ایک آدمی کا مجھے اگر ہاؤس بلڈنگ سے قرض لے کر اس کے لئے کہیں سے بھی قرض لے اور اس پر سود دے سب کے لئے ایک ہی حکم ہے سود کے لئے کسی حیلے بہانے سے کوئی جواز نہیں ہے، مکان کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہے سود نہ کھا کر گزارہ نہیں ہو سکتا؟

سوال : تمباکو سگریٹ کا کاروبار اسلام میں جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب : تمباکو سگریٹ پینا کوئی حرام نہیں ہے فضول کام ضرور ہے لیکن حرام نہیں ہے فتاویٰ رشیدیہ، میں کسی نے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا اگر میں سگریٹ سے افطار کروں۔ عادت ہے مجھے تمباکو پینے کی فرمایا کر لو لیکن مسجد کی حد میں نہیں پی سکتے۔ سگریٹ پینے کے لئے معتکف باہر نہیں جا سکتا یعنی یہ کوئی حاجت شرعی میں شمار نہیں ہوتی ایک عادت ہے اس کی اور بری عادت ہے لیکن اگر رفع حاجت کے لئے

باہر نکلتا ہے مسجد سے اور سگریٹ کے لئے رکے نہیں آتے جاتے پیتا رہے تو منع نہیں ہے سگریٹ اور تمباکو کی بو جو ہوتی ہے اسے پسند نہیں کیا جاتا مگر وہ کوئی حرام نہیں ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی صاحب حال بزرگ تھے اور اپنے وقت کے معروف شیخ تھے اور وہ تمباکو کو بڑا پیتے تھے تو مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ان کی زیارت کے لئے گنج مراد آباد تشریف لے گئے اخذ فیض بھی مقصد تھا اور مراد آبادی پیڑے بڑے مشہور ہوتے تھے کھوئے کے تو مولانا وہ پیڑے لے کر گئے اور جب وہاں مجلس میں بیٹھے تو جو دو چار دس آدمی اور بیٹھے تھے کم آمیز تھے کم لوگوں کو اجازت دیتے تھے ملاقات کی تو باقی سب جو گئے انہوں نے تمباکو پیش کیا تو مولانا لکھتے ہیں کہ مجھے بڑا دکھ ہوا کاش مجھے پتہ ہوتا تو میں یہ پیڑے اٹھانے کی بجائے تمباکو لاتا جس کی طرف ان کی طبیعت کا میلان ہے یہ خوش ہوتے پیڑے تو انہوں نے کھانے بھی نہیں کسی کو دے۔ دینے ہیں تو تمباکو ایک فضول عادت ہے اس کی بو جو ہے وہ ناپسندیدہ ہے لیکن حرام نہیں ہے اور نہ اس کا کاروبار حرام ہے۔

سوال : موجودہ حال میں کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے اور ہم جو ساتھی ہیں جماعت کے اگر ہم دین کے لئے کچھ کرنا چاہئیں تو کس طریقے سے کریں۔

جواب : میرے بھائی آپ لوگوں کی جو یہ تربیت کی جا رہی ہے اس سے کوئی دنیوی عہدہ یا دنیوی مفاد یا کوئی الیکشن جیتنا مراد نہیں ہے یہ محض اللہ فی اللہ اور دین ہی کی صورت کو باقی رکھنے کے لئے کی جا رہی ہے اور سب سے پہلی کوشش تو یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دین کا نمائندہ ثابت کریں اگر اس کی ضرورت پڑی کسی وقت اس سے آگے کیا کرنا ہے تو وہ آپ کو بغیر پوچھے بتا دیا جائے گا آپ کو صرف جو کسی نے کہا تھا ناکہ

؎ پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ!

سوال : شیعہ یقیناً" ایک باطل مذہب ہے انقلاب ایران میں کیا کوئی یہودیت کا کردار ہے اور انشاء اللہ پاکستان میں نفاذ اسلام کے بعد شیعہ کا کیا کردار ہو گا؟

جواب : انقلاب ایران میں یہودیوں کا کیا کردار ہے؟ یہ ایران جانے ان کا کام جانے۔ پاکستان میں اگر اسلام کا نفاذ ہوا تو جو غیر مسلم ہیں وہ بھی ہوں گے۔ وہاں ہندو سکھ عیسائی بھی ہوں گے۔ وہاں اور لوگ بھی ہوں گے۔ اب شیعہ کوئی جدید مذہب نہیں رہا۔ یہ ایک ہزار سال پرانی تحریک ہے اور آج ان پر وہ فتویٰ نہیں دیا جا سکتا کہ ان کے سر قلم کر دو۔ آج کے مرتد شمار نہیں کئے جا سکتے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ ان کی جو شرعی حیثیت ہے وہی رکھی جائے گی جس طرح شیعہ کے ہاں سینوں کی حیثیت ہے ایران میں۔ وہی ہو گی بہرحال یہ سوالات ایسے ہیں جو قبل از وقت ہیں اور ان کا کچھ حاصل نہیں ہے۔

سوال : لوگ اکثر ساتھیوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

جواب : ہمارے ہاں ہوا یہ ہے کہ دین کی جو اساس اور بنیاد تھی وہ ہم لوگوں نے چھوڑ دی اور فروعات اور چھوٹی چھوٹی باتیں تھیں کسی جماعت نے کوئی ایک اپنا لی۔ کسی نے دوسرے اپنا لی۔ کسی نے تیسری اپنا لی۔ کسی نے سبز پٹکا باندھ لیا۔ کسی نے ایک بڑا سا عصا ہاتھ میں لے لیا۔ کسی نے اور کوئی خاص وضع بنا لی اور اسی کو اسلام کہا یہ اسلام نہیں ہے۔ اسلام میں اس طرح کی قیود نہیں ہیں۔

سوال : یہ کہنا کہ ذکر تہجد اور داڑھی میں تو برکات نبوی کے امین ہیں ساتھی مگر بال عمامہ شریف اور دیگر معمولات مثلاً" سلام کا جواب اکرام مسلم آداب طعام مونچھوں کا سنت کے مطابق ہونا لباس وغیرہ میں غفلت کا شکار ہیں۔

جواب : لباس میں ستر عورت فرض ہے اور

اس کے بعد مباح ہے کہ آپ کیسا پہنتے ہیں صرف کافروں کے ساتھ ایسی مشابہت نہ ہو کہ بندہ ان جیسا لگے جو کسی کافر کا قومی شعار مثلاً" ہندو کی ایک TYPICAL دھوتی ہے وہ ٹانگوں سے کھینچ کر باندھتا ہے وہ صرف ہندو باندھتا ہے لیکن اگر آپ شلوار یا پاجامہ پہنتے ہیں ہندو بھی پہنتے ہیں تو وہ ان کا مذہبی لباس نہیں لیکن وہ دھوتی ایسا لباس ہے کہ کسی نے اس طرح کھینچ کر باندھی ہو دیکھنے والے کو سمجھ آئے کہ شاید یہ ہندو ہے اس طرح کی چیزیں جو کسی مذہبی کا شعار ہو وہ منع ہے شریعت میں اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

من تشبہ بقوم فھو منھم۔ اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم کہ ساتھ حشر ہو گا کہ جو جس قوم کی مشابہتبنائے گا قیامت کو اسی کے ساتھ **تشبہ بالکفار** حرام ہے کافروں سے مشابہت بنانا یہ حلال نہیں ہے اس کے بعد لباس میں عادات ہیں عبادت نہیں ہے عادات نبوی میں اگر کوئی عادات نبوی کا اتباع کرتا ہے تو بہت خوش نصیب ہے۔ لیکن کسی طرح کسی طریقے سے اس سے نہیں ہو سکتا تو آپ اسے مجبور نہیں کر سکتے چونکہ اس کا درجہ نفل کا ہے کرنے والے کو ثواب ہے جو نہیں کرتا اسے گناہ نہیں تو ان چیزوں پہ اس طرح زور نہ دیا جائے یہ اساس دین نہیں ہیں دین میں ستر عورت فرض ہے اس کے بعد لباس میں قید نہیں ہے اور پھر ایک ہماری مصیبت یہ ہے کہ اب ہم نے ہر چیز جو ہے وہ ان کے حوالے کر دی۔ میں ایک دفعہ بھیرے والوں کا رسالہ دیکھ رہا تھا تو اس میں اسی موضوع پر بات چل رہی تھی **تشبہ بالکفار** یہ تو وہ جن صاحب کا مضمون تھا انہوں نے جو ہندسے اس میں ایک دو تین پیراگراف موجود ہے وہ انگریزی کے ہندسے تھے ایک دو تین انگریزی میں جو لکھتے ہیں تو معترض نے انہیں جواب میں لکھا کہ بھائی آپ **تشبہ بلکفلو** پہ اعتراض کر رہے ہیں اور ہندسے آپ نے انگریزی کے لکھے ہیں تو انہوں نے اسے بڑا

مزیدار جواب دیا کہ تم لوگوں نے ہر چیز ہی انگریز کے سپرد کر دی۔ انگریز کے ہندسے وہ تھے جو رومن اردو میں لکھے جاتے ایک ڈنڈا پھر دو کے لئے دو ڈنڈے تین کے لئے تین ڈنڈے چار کے لئے آئی وی اور پانچ کے لئے وی اور چھ کے لئے پھر وی آئی پھر آگے ڈنڈا آگے ڈنڈا دس کے لئے ایکس وہ انگریز کے ہندسے تھے یہ ایک دو تین یہ عربوں کے ہندسے ہیں اور یہ عربوں سے انگریزوں نے لئے ہیں اب چونکہ آپ پر انگریز اتنا غالب آگیا ہے کہ آپ نے جو چیز اس کے پاس دیکھی اس کی سمجھی آپ یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ چیز اس نے ہم سے چرائی ہے۔ انہوں نے اسے ایک واقعہ لکھ کر سمجھایا کہ 1928ء یا ستائیس میں مری آباد کی گئی گرما کی سرد مقام یا کیمپ لگانے کے لئے انگریزوں نے یہ مری بسائی تو مری کے علاقے میں جو گاؤں ہوتے ہیں تو ایک گاؤں میں دو تین یا چار کوس میں پھیلا ہوا ہوتا ہے پھر آگے اگلا ہم لوگ جائیں تو ہمیں سمجھ نہیں لگتی کہ کونسا گاؤں ختم کہاں ہوا اور اگلا کہاں سے شروع ہو گیا چونکہ ہر آدمی اپنی ملکیتی زمین کے اندر گھر بناتا ہے جس طرح ہمارے یہاں گاؤں ہیں اس طرح وہاں گاؤں نہیں ہیں وہاں تو ہر آدمی اپنی زمین کے اندر ایک گھر بناتا ہے یہاں ہے پھر جہاں اس کی زمین ختم ہوتی ہے ایک گھر وہاں ہے پھر اگلا گھر آگے بنتا ہے تو وہ لوگ کھیتی باڑی کے لئے پھرا کرتے تھے کوئی کوئی خال خال انگریز بھی وہاں تھے تو ایک آدمی کے پاس سے ایک انگریز عورت گزری اس نے پرفیوم لگا رکھا تھا اس وقت یہاں پرفیوم کا رواج نہیں تھا اسے بڑی خوشبو آئی اس نے دوسرے کو پکارا اس نے کہا وے ہاشما ماڑے کولوں میم صاحب لنگھ تھی اس وچوں خوشبو عشنی جیو پھلاں چوں عشنی۔ سننے والے نے کہا بادشاہ قوم جو ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کی ہوا خارج ہوئی ہے اور وہ اس سے پھولوں جیسی خوشبو آ رہی ہے اور سننے والا کہہ رہا تھا کہ جی بادشاہ قوم جو ہے اس کی ہوا بھی خارج ہو گی

خوشبودار ہی ہو گی تو اس طرح سے مرعوب ہو کر ہر چیز انگریز کے سپرد کر دینا یہ صحیح نہیں ہے۔ انگریز جو پتلون پہنتا ہے یہ بھی اس نے مسلمانوں سے لی ہے یہ ترکوں کا لباس تھا ترک مسلمانوں نے جہاد کے زمانے میں اسے استعمال کرنا شروع کیا اور سارے ترک اب تک استعمال کرتے ہیں وہ اس طرح کی نہیں بناتے وہ شلوار نما نیچے سے تنگ پائنچہ اوپر سے کھلا اور اب بھی قمیض اندر کر کے انہوں نے شلوار اوپر باندھ رکھی ہوتی ہے کبھی آپ کو عمرے میں حج میں کسی سے ملاقات ہو آپ دیکھیں تو وہاں سے انہوں نے اپنائی۔ ان کا اپنا لباس اس طرح کا نہیں تھا۔ ان کے تو لباس ہوتے نہیں تھے یہ تو بے لباس قوم تھی یہ تو جس میں اللہ نے پیدا کیا اسی لباس کو استعمال کرتے تھے ساری عمر۔ تو بہرحال اس طرح سے ہر چیز دوسروں کو دینا یہ صحیح نہیں ہے یہ تحقیق ہونی چاہئے اور جس قدر بھی عادات نبوی کا اتباع نصیب ہو یہ نور علی نور ہے لیکن اس پہ اتنا Insist کرنا کہ بندے کو مسلمان ہی نہ سمجھنا یہ زیادتی بن جاتی ہے۔ ہر آدمی نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے کہ جناب یہی اسلام ہے یہ درست نہیں ہے تھوڑا سا وسیع النظر ہونا چاہئے بندے کو۔

سوال : منصور کا ولی اللہ ہونا اور پھانسی چڑھنا علماء میں متنازعہ رہا ہے اس کے بارے میں بتا دیں۔

جواب : میرے زمانے میں نہیں تھا نہ میں اس کے زمانے میں تھا۔ ہوتا تو ضرور بتاتا کتابوں میں جو آپ نے پڑھا وہی تنازعہ میں نے بھی پڑھا۔ تاریخ جو کچھ بتاتی ہے وہ یہ ہے کہ منصور کا صوفی ہونا اپنی جگہ پر تھا اور انہیں سولی چڑھایا جانا حاکم وقت کی سیاسی ضرورت تھی۔ ان کے ساتھ معتقدین کا انبوہ اتنا زیادہ ہو گیا تھا کہ حکومت سمجھتی تھی کہ شاید آگے چل کر یہ بندہ کسی وقت خطرہ بن جائے اور کچھ لوگوں نے ان کے صوفی ہونے سے بھی انکار کیا۔ اس طرح کے لوگ بھی ہیں اور ان پر طرح طرح کی باتیں بھی کہیں۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو کہتے میں نے سنا تھا کہ اگر منصور میرے زمانے میں ہوتا تو میں اسے اس حال سے آگے نکال دیتا اور وہ پاگل ہونے سے بچ جاتا۔ فنا بقا پر اگر کسی شخص کو پہنچا کر چھوڑ دیا جائے اور وہ بندہ واقعی محنتی ہو مجاہدہ کرنے والا اور صوفی ہو اور اس کی آگے ترقی نہ ہو یا شیخ آگے نہ لے جا سکے تو ہزاروں میں سے لاکھوں میں سے کوئی بندہ ثابت قدم رہ جائے ورنہ مجذوب ہو جاتے ہیں مغلوب الحال ہو جاتے ہیں منصور کے شیخ اسے فنا بقا سے آگے نہ نکال سکے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے آج ہوتا تو اس کا یہ حشر نہ ہوتا۔

سوال : اہل حدیث کے ایک رسالے میں لکھا ہوا ہے کہ مولانا تھانوی نے لکھا کہ ایک صوفی نے کسی جانور کو توجہ دی اور وہ ذاکر ہو گیا اس بات کا رسالے میں تمسخر اڑایا گیا اس کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔

جواب : تمسخر اڑانے والوں کے پاس چونکہ ہوتا ہی تمسخر ہے تو جو کسی کے پاس ہو ہرچہ در دیگ است بہ چمچہ می آید جو کسی کے سینے میں ہو وہی زبان پر آتا ہے۔ جانور بغیر کسی کے توجہ دیئے ذاکر ہوتے ہیں کوئی ذرہ زمین کا، سبزے کا درختوں کا، آسمان کا کوئی بھی مکلف مخلوق کے علاوہ۔

ان من شی الا یسبح بحمدہ ○ کوئی بھی چیز جسے وجود عطا ہوا ہے وہ اللہ کا ذکر کرتی ہے اور جن و انس اور فرشتوں اور شیطانوں یہ چار مخلوق مکلف ہیں ان کے علاوہ کائنات میں جو کچھ ہے جیسے ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ تباہ ہو جاتا ہے پہاڑ ہو گر جاتا ہے دریا ہو خشک ہو جاتا ہے درخت ہو سوکھ جاتا ہے ایندھن بن جاتا ہے جانور ہو مر جاتا ہے اسی آیتہ مبارکہ سے علمائے تفسیر نے یہ ساری باتیں اخذ کر کے ارشاد فرمائیں ہیں۔

و ان شی الا یسبح بحمدہ ○ کوئی چیز جو کائنات میں کہیں ہے سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ کی تسبیح

کھتی ہے اگر تسبیح کہنا چھوڑ دے تو اس چیز کا وجود نہیں رہتا ہے۔

سوال : اہل حدیث کا برزخ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب : یہ آپ اہل حدیث سے پوچھیں بھائی۔ خیال ان کا پوچھنے مجھ سے چلے آئے۔ کمال ہے مجھے تو پڑوسیوں کے خیال کا یا آپ کے خیال کا نہیں پتا۔ یہ تو ہر آدمی کا اپنا اپنا ہے برزخ دینی ضروریات میں سے ہے۔ ماننے کا انداز مختلف ہو سکتا ہے انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا اور اہل حدیث بڑے اچھے مسلمان ہیں آپ کیوں ان سے اتنے الرجک ہیں۔

سوال : اکثر ساتھی باہمی گفتگو میں آدھا نام پکارتے ہیں۔ محمد اکرم کو اکرم' محمد عبداللہ کو عبداللہ' عبدالرزاق کو رزاق اس طرح پکارنا کیسا ہے؟

جواب : اگر نام بگڑتا نہ ہو تو حرج نہیں ہے۔ پورا پکارا جائے تو بہت اچھی بات ہے۔ اکرام میں آتا ہے احترام میں آتا ہے پورا نام پکارنا بہت اچھی بات ہے۔ آدھا نام پکارا جائے بگڑے نہیں تو خیر ہے بگاڑا جائے تو گناہ ہے۔

سوال : ایک ذاتی قسم کا سوال ہے کہ میں اپنے آپ کو مطمئن کر سکوں نبی علیہ السلام کا معمول تھا کہ اکثر صحابہؓ کے درمیان بیٹھتے تھے گفتگو فرماتے تھے گھل مل کر بیٹھنے کا نتیجہ تھا کہ صحابہؓ آپ سے محبت کرتے تھے آپ کے وصال کے بعد خلفائے راشدین کا بھی یہی معمول تھا کبھی کسی شخص کو آپ یا آپ کے صحابہؓ سے ملنے کی ممانعت یا پابندی نہیں تھی جب کہ آپ حضرت کا معمول اس سے مختلف ہے آپ نہ تو اپنے مریدین کے درمیان گھل مل کر بیٹھتے ہیں نہ ان کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں ان کے ملنے تک پر پابندی ہے آخر کیوں؟

جواب : کھانا تو جو آپ کھاتے ہیں وہی میرے لئے بھی آتا ہے اور نبی علیہ السلام کو صحابہ میسر تھے اور ہمیں وہ لوگ میسر ہیں جن کے ساتھ ہم بیس بیس سال محنت کرتے ہیں پھر انہیں ٹکے کا فائدہ نظر آتا ہے تو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں صرف نبی کریم ﷺ بیٹھتے نہیں تھے صحابہ بٹھواتے بھی تھے۔ اگر مجھے آخرت کا ڈر نہ ہو تو میں شاید کسی سے ملنا پسند ہی نہ کروں۔ آج ایسے لوگوں سے ہمیں سابقہ ہے کہ جن کے ساتھ ہم نے کتنی محنت کی کیا نتیجہ ملا ایک اپنے آپ کو ساری زندگی مطمئن نہ کر سکے۔ صحابہ نے کائنات سے لوہا منوا دیا' اسلام کا' ہمیں جو لوگ ملے وہ اپنے آپ کو مطمئن نہ کر سکے۔ میں اللہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں نے اتنے سوالوں کے جواب دیئے ہیں جو کبھی حضرتؒ کی زندگی میں ہمارے ذہن میں نہیں آئے تھے۔ یار ہم بھی تو انسان تھے ہمارے بھی تو شیخ تھے وہی زمانہ تھا سوال کبھی ہمیں نہیں سوجھے تھے ہم نے تو شکر کیا تھا کہ اس فن کا ایک بندہ ملا اللہ اللہ خیر صلا سارے سوال ختم ہو گئے۔ ہماری زندگی بیت گئی سوالوں کا جواب دیتے دیتے یہ اعتراض کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر بھی کیا تھا کہ پہلے خلفاء جو تھے ان کا یہ حال تھا آپ نے پورے ملک کو خانہ جنگی میں مبتلا کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ان خلفاء کی رعیت میرے جیسے لوگ تھے اور میرے سامنے تیرے جیسے لوگ ہیں۔

سوال : آپ خود امامت کیوں نہیں کراتے؟

جواب : نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے موجود ہوتے ہوئے کوئی دوسرا امامت نہیں کر سکتا تھا لیکن آپ ﷺ کے بعد اور آپ کے زمانے میں بھی جس مسجد میں حضور نہیں ہوتے تھے وہاں امام مقرر ہوتا تھا زمانہ نبوی میں بھی مدینہ منورہ میں بھی اور مساجد بھی تھیں صرف مسجد نبوی ہی نہیں تھی اور دیگر مساجد میں ائمہ مقرر تھے اور جو امام مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اس سے افضل بھی آ جائے تو وہ اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ اس سے بڑا کوئی عالم آ جائے۔ کوئی بھی آ جائے تو اگر وہ اجازت

دے تو دوسرا بندہ نماز پڑھا سکتا ہے۔ ورنہ جو مقرر ہوتا ہے وہ منصب اسی کا ہوتا ہے اور وہی نماز وہاں پڑھاتا ہے۔ ان ساتھی کا خیال ہے کہ حضور ﷺ خود نماز پڑھاتے تھے تو میں نماز کیوں نہیں پڑھاتا ہوں۔ حضور ﷺ کا شان یہ تھا کہ آپ کسی کی اقتداء نہیں کرتے۔ کر سکتے ہی نہیں۔ کسی کا مقام ہی یہ نہیں تھا کہ حضور کے آگے کھڑا ہوتا۔ تو سیدنا صدیق اکبرؓ کو جو امامت کا حکم حضور نے دیا تو اس حال میں تھا جب آپ امامت سے معذور تھے باقی سب کی امامت آپ کے سپرد کر دی۔ لیکن اس کے بعد کوئی ایسی ہستی نہیں ہے کوئی صحابہ میں بھی ایسی ہستی نہیں تھی کہ جو دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھ سکتے اگر ابوبکر صدیق بھی دوسری مسجد جاتے فاروق اعظم بھی دوسری مسجد جاتے اور وہاں کا مقامی امام نماز پڑھا رہا ہوتا تو اس کے پیچھے ہی پڑھ لیا کرتے تھے تو مساجد کا یہ دستور ہے کہ امام مقرر ہوتا ہے یہ اس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ہر کام چھوڑ کر وقت پر نماز پڑھاتا ہے اور وہ باؤنڈ ہوتا ہے اس کے لئے۔ اور جو اس کے لئے اپنے آپ کو محدود نہ کر سکے یا جس کے کام دوسرے بھی ہوں تو وہ ہر وقت کا امام نہیں بن سکتا۔ میں چونکہ دوسروں کاموں میں اکثر مصروف رہتا ہوں یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں قاری صاحب ملے۔ اگرچہ قاری صاحب جان چھڑاتے ہیں مگر ہم ان کی جان چھوڑتے نہیں ہیں کہ ہمیں ایسا بندہ مشکل سے ملے گا اور کوئی نہیں قابو آ رہا۔

سوال : اہل تشیع میں بارہ اماموں کی بڑی اہمیت ہے اسلام میں بھی کوئی مقام ہے اسلام میں ان کی خدمات کیا ہیں؟ کسی ایک کا کوئی روحانی مقام اور درجہ ہے۔

جواب : جنہیں شیعہ امام مانتے ہیں سارے ہی تقریباً" ائمہ دین ہیں۔ سارے خانوادۂ نبوی سے ہیں۔ اپنے وقت کے عظیم فضلاء میں سے ہیں اعلیٰ علماء میں سے ہیں اور متقی اور پرہیزگار ہیں لیکن جو تصور امامت کا شیعہ کے یہاں ہے وہ اسلام میں نہیں ہے اسلام میں امامت کوئی منصب یا عہدہ ہی نہیں۔ لیڈر شپ کے معنوں میں آتا ہے اسی لئے قرآن نے کافروں کی قیادت کو بھی امام کہہ دیا ہے۔ **و قاتلو ائمتہ الکفر** کفر کے اماموں سے جہاد کرو یعنی کافروں کی قیادت کو بھی کافروں کا امام کہہ دیا ہے نیکوں کی قیادت کو نیکوں کا امام کہہ دیا ہے نبیوں کی قیادت کو نبیوں کا امام کہہ دیا ہے تو وہ بندے کی ذات کے ساتھ اس کی اس لفظ کی اس صفت کا تعلق ہے کہ کیسا بندہ ہے اگر وہ نیکوں میں سے امام ہے تو نیک امام ہے۔ بدکاروں میں سے جو لیڈر ہے وہ بدکاروں کا امام ہے۔ اب ان کے کہنے سے آپ نیک شخص کو تو برا نہیں کہہ سکتے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ کے والد گرامی ۲۷ ستمبر ۱۹۹۶ء بروز جمعہ رحلت فرما گئے۔ تمام سالکین سلسلہ سے التماس ہے کہ ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے انفرادی اور اجتماعی طور پر دعا فرمائیں۔

منجانب = ادارہ المرشد

روپے کی آئے روز گرتی قیمت

اکبر علی ایم۔اے

پہلے سالوں میں کبھی کبھار سنا جاتا تھا کہ قومی کرنسی کی قدر میں تخفیف برآمدات بڑھانے کے لئے کی جاری ہے لیکن حقیقتاً پاکستانی برآمدات غیر ملکی درآمدات کے مقابلے میں کبھی چیلنج لے کر سامنے نہیں آسکیں۔ اب کرنسی میں تخفیف قدر کا بخار اتنا تیز ہوگیا ہے کہ اس میں ہفتہ وار تخفیف کاسن کر کسی کے کان کھڑے نہیں ہوتے بلکہ اسے مقدر کا لکھا سمجھ کر خاموشی سے قبول کر لیا جاتا ہے۔ قومی کرنسی قومی معیشت کی نمائندہ ہوتی ہے اور کرنی کا بخار معیشت کا بخار سمجھا جاتا ہے۔ کرنسی کی میکانیت کو ترتیب دینے والا شعبہ مالیات کا ہوتا ہے۔ مالیات کے شعبے نے پیداوار اور اس کی تجارت کو کس طرح منظم کیا اور ترقی کرتے کرتے یہ اتنی بڑی سائنس کس طرح بن گئی اس کی میکانیت کے کل پرزوں کو سمجھنے کے لئے اس کے تاریخی سفر پر نظر ڈالنا ضروری ہے معیشت کی ابتدا گزارہ معیشت سے ہوئی۔ جب پیداوار کا عمل بڑا محدود تھا اور سادہ تھا لوگ صرف اپنے گزارے کے لئے پیداوار کرتے تھے۔ پراپرٹی اور ملکیت نے باقاعدہ نظام کی شکل اختیار کی تھی۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پیداوار کا فن متنوع ہوتا گیا جس سے لوگوں کی ضروریات میں بھی تنوع پیدا ہوا۔ ابتداء میں جوتے، کپڑے اناج اور مکان کی پیداوار کے لحاظ سے ہر گھر خود کفیل ہوتا تھا لیکن زراعت کاری کے عروج کے ساتھ ساتھ کاشتکاری میں گلہ بانی زمین کی تیاری فصلوں کی حفاظت نے ہمہ وقتی پیشے کی شکل اختیار کرلی تو باقی سماجی ضروریات کی کفالت کے لئے تقسیم کار میں بھی اضافہ ہوگیا۔ زرعی آلات کی تیاری کے لئے لوہار اور بڑھئی کے پیشے پیدا ہوئے۔ اون اور روئی سے کپڑا تیار کرنے کے لئے بافندگی نے الگ پیشے کی صورت اختیار کی لی۔ کفش سازی الگ پیشہ بن گیا۔ یوں پیداوار کے تنوع کے ساتھ ساتھ لین دین کے لئے تجارت میں مال کے بدلے مال یعنی بارٹر سسٹم وجود میں آیا۔ ایک بکری کی قیمت ایک کمان اور پچاس تیر ایک گھوڑے کی قیمت چار بکریاں وغیرہ لیکن اس نظام میں سخت الجھاؤ تھا۔ مثلا ایک آدمی کے پاس کمبل ہے جس کو وہ فروخت کر کے جوتا خریدنا چاہتا ہے وہ کفش ساز سے بات کرتا ہے۔ کفش ساز کہتا ہے کہ مجھے کمبل کی ضرورت نہیں مجھے تو اتنا اناج چاہیے پھر کمبل والا کسی اناج فروش کو تلاش کرتا اور اس کے ساتھ سودا طے ہو جانے کے بعد کفش ساز سے رابطہ کرتا۔ لین دین کی اس الجھن سے نکلنے کا قدرتی طریقہ مستقل زربدل کی دریافت کیصورت میں سامنے آیا۔ پہلا زربدل تانبا بنا پھر جب تانبا عام ہو گیا تو چاندی کوزر بدل کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ پھر جب میکسیکو میں چاندی کی بڑی بڑی کانیں دریافت ہو گئیں تو چاندی اتنی سستی ہو گئی کہ بڑے بڑے سیٹھ اور ساہو کار جن کے پاس

چاندی کی دولت تھی وہ کھڑے کھڑے تلاش ہو گئے۔ چاندی کے بعد سونے کی نایات دھات کو بین الاقوامی زربدل کی حیثیت حاصل ہوگئی اور زر کا نظام گولڈ سٹینڈرڈ کے نام سے مشہور ہوا۔ دنیا میں سونے کی اہمیت ہر جگہ یکساں تھی۔ سونے کو سکوں میں ڈھالا گیا اور کسی ملک کا سونے کا سکہ ہر جگہ یکساں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ تجارت میں گولڈ سٹینڈرڈ کو حادثہ پیش آیا کہ صنعتی انقلاب نے پیداوار کو بے تحاشا بڑھا دیا۔ اب دنیا کی پیداوار تو بے دریغ وسعت پذیر تھی لیکن صنعتی پیداوار کی نسبت سے سونے کی مقدار میں اضافہ نا ممکن تھا۔ سکے یا کرنسی پر پھیلاؤ کے لئے دو شدید دباؤ پیدا ہوئے۔ اول پیداوار میں اضافہ اور دوم آبادی میں اضافہ سونے کی عالمی مقدار ان دباؤں کے سہارنے کے قابل نہ رہی تو راستہ یہ ڈھونڈا گیا کہ سونے کے سکے میں کوئی اور دھات ملا کر اس کی مقدار میں اضافہ کر لیا جائے' اس طرح سکے کے پھیلاؤ میں اضافے کے ساتھ ساتھ اس میں ملاوٹ کا عمل بھی بڑھتا گیا حتی کہ سکے کی حیثیت علامتی ہو گئی اور پھر دھاتی سکے کی جگہ بتدریج کاغذی نوٹوں نے لے لی۔ آج دنیا میں کاغذی نوٹوں کو اعتباری زر کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ سکے کے فطری پھیلاؤ ہیں لیکن پیداوار اور تجارت کے عالمی پھیلاؤ سے سکے یا زر کی منڈیوں کو بھی جنم ملا جن کے باعث مالیات کا مقامی اور بین الاقوامی نظام پیدا ہوا۔ مالیات سکے کو کنٹرول کرنے کی سائنس ہے۔ مالیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک مانیٹری حصہ جو زر کی مقدار اس کی قدر میں کمی بیشی جیسے مسائل کو کنٹرول کرتا ہے دوسرا فسکل حصہ جس میں بچتوں اور قیمتوں کے لیور استعمال کر کے زر کی تشکیل کی جاتی ہے۔ تجارت کے لئے زر کے نظام کو کریڈٹ سسٹم بھی کہا جاتا ہے۔

برطانیہ کو دنیا میں پہلا ملک ہونے کا شرف حاصل ہے جس نے تجارت اور پیداوار میں سرمایہ کاری کے لئے باقاعدہ کریڈٹ سسٹم ایجاد کیا۔ کچھ لوگوں نے سود کا لیور استعمال کر کے لوگوں کی بچتیں اپنی تحویل میں لینے کی ترغیب پیدا کی۔ اس ترغیب سے جمع شدہ زر کو آگے کرائے پر چڑھانے کا طریقہ وضع کیا۔ یوں بنکوں کی ابتدائی شکل پیدا ہوئی۔ ان بینکاروں سے روپیہ سود پر قرض لے کر کچھ لوگوں نے چرخے اور کھڈیاں لگا کر ہینڈی کرافٹ کے لئے ورکشاپیں قائم کر لیں اور کچھ لوگوں نے قرض لے کر تجارتی کمپنیاں تشکیل دیں جو غیر ممالک کی تجارت پر نکل گئیں۔ اس کریڈٹ سسٹم نے برطانیہ کی پیداوار اور تجارت کو سب سے زیادہ طاقتور بنا دیا۔ تجارتی منافعوں نے تشکیل زر کو بل دیا اور پیداوری مقابلے نے جدت کاری پر ذہنی کاوشیں مرکوز کر دیں' جن کے نتیجے میں بھاپ کا انجن ایجاد ہوا اور انجن کی ایجاد نے صنعتی انقلاب کی ایسی بنیاد رکھ دی جس نے آگے چل کر دنیا کا سیاسی معاشی اور سماجی نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ پھر ساری دنیا بلا تشخص مذہب و ملت برطانیہ کے اس کریڈٹ سسٹم کی نقل کرنے پر مجبور ہوگئی۔ اس کریڈٹ سسٹم نے آگے چل کر بڑے بڑے بنکوں انشورنس کمپنیوں اور سٹاک ایکس چینجوں کی صورت اختیار کر لی اور مال کی منڈیوں کو زر کی منڈیوں سے نامیاتی طور پر جوڑ دیا۔ زر کے نظام یعنی کریڈٹ سسٹم نے پیداوار اور تجارت کو منظم کرنے میں تاریخی رول ادا کیا لیکن پیداوار کی صنعتی اور ٹیکنالوجیکل نظام نے ردعمل میں زر کے نظام کو نئے بل دیئے۔ صنعتی سرمائے اور مالیاتی سرمائے کے باہمی ضم ہو جانے سے دنیا میں انتہائی طاقتور سامراجی نظام کو جنم ملا جس کے شکنجوں میں غیر صنعتی دنیا بے دریغ مسلی جا رہی ہے۔ مالیاتی انقلاب نے صنعتی انقلاب کی راہ ہموراہ کی اور صنعتی انقلاب نے ٹیکنالوجی انقلاب کا راستہ صاف کر دیا۔ آج مشینوں کی ہارس پاور پر مشینوں کی برین پاور یعنی کمپیوٹر پاور اتنی غالب ہے کہ وہ مستقبل کا بڑا حصہ انہوں نے حال میں

حاضر کر لیا ہے' جس کے باعث ارتقاء کی قوتوں پر انہیں مصنوعی کنٹرول حاصل ہو رہا ہے۔ زر کی عالمی منڈیاں قائم ہو جانے سے جہاں کریڈٹ سسٹم نے تجارت کی بہت سی مشکلات آسان کر دیں' وہاں اس میں مصنوعی زر پیدا کرنے کی بہت سی بدعتیں بھی داخل ہو گئیں۔ سکوں کی تجارت کرنے والے سٹہ باز قوموں میں افراط زر اور تفریط زر پیدا کرنے والے عوامل پر نظر رکھنے لگے۔ کسی ملک کی فاضل پیداوار کا کارخانوں کی تالا بندیوں سے جو تعلق ہے یا لیبر یونینوں کے معاوضوں میں اضافوں کی تحریکوں کا فراط اور کرنسی کی قیمتوں سے جو تعلق ہے' اس پر سٹہ باز گہری نظر رکھنے لگے اور زر کی افراط یا تفریط کے اپنے مشاہدوں کو کرنسیوں کی سٹہ بازی میں استعمال کر کے کسی ملک میں زر کی افراط یا تفریط کی قوتوں میں اسراع کا موجب بننے لگے۔ گرتی ساکھ کے سکوں کو فروخت کرنے اور چڑھتی ساکھ کے سکوں کی خرید سے منافع کمانے کی غرض سے وہ اپنے سٹے کے عمل سے زر کی عالمی منڈیوں پر دھاوا بولنے کی قوت سے مالا مال ہونے لگے۔ زر کی تجارت پر منافعوں کے ذریعے سکوں کی قیمت میں مصنوعی کمی بیشی کے لیور بھی انکے ہاتھ میں آگئے اور وہ قومی معیشتوں کو بگاڑنے سنوار نے کے طاقتور ایجنٹ بن گئے۔ کسی ملک کی کرنسی کی فروخت یا خرید کا زر کی منڈیوں میں سیلاب پیدا کر کے وہ قومی معیشتوں کو تہہ بالا کرنے پر قادر ہو گئے۔

پاکستان کا اقتصادی حادثہ یہ ہے کہ اسکی قیادت نے صنعتی پیداوار کی اپنی بنیاد میں قائم کرنے میں مجرمانہ غفلت برتی۔ اس نے معیار زندگی کے لئے بلا تردد سامراجی پیداوار پر تکیہ کیا پیسہ اس کا ہوتا ہے جس کا مال خریدا جاتا ہے۔ یوں پاکستان کا مالیہ غیر ملکی پیداور پر خرچ ہوا۔ مشینیں غیر ملکی' اسلحہ غیر ملکی 'مصنوعات غیر ملکی' دوائیاں غیر ملکی اور ٹیکنالوجی بھی غیر ملکی خریدی گئی۔ اس طرح پاکستانی سکہ غیر ملکی قبضہ میں چلا گیا اور ہمارے بنکوں پر عالمی بنک اور آئی ایم ایف کی رٹ غالب آ گئی۔ ہماری کرنسی کے نیچے پیداوار غیر ملکی ہے یہ غیر ملکی پیداوار خود ڈالر' پونڈ' مارک' فرانک اور ین کی پیداوار ہے۔ غیر ملکی پیداوار اپنے ساتھ غیر ملکی کرنسی کا غلبہ لاتی ہے۔ دنیا کی کوئی کرنسی برآمدات کی طاقت کے بغیر مضبوط نہیں ہو سکتی اور جہاں برآمدات ابھی چاول کپاس اور لیبر کی خام سطح پر ہوں وہ غیر ملکی مشینوں کی در آمد کے شوق کی قیمت کب تک ادا کر سکتی ہیں۔

امپیر یلسٹ انڈسٹری کے آزادنہ عمل دخل نے یہاں کی دستکاری اور یہاں کی صنعت کو مقابلے میں بری طرح پچھاڑ دیا۔ مقامی آجر اور اجیر کے تعلقات کو تہہ وبالا کر دیا ہے۔ یہاں وسیع بے روزگاری کو جنم دیا ہے۔ تجارتی ادائیگیوں کے عدم توازن نے مالیاتی نظام کی جڑیں اکھاڑ کر ہوا میں بکھیر دی ہیں۔ مالیاتی نظام اور کریڈٹ کا بنیادی فرض ہوتا ہے کہ وہ صنعتی ترقی کا بندوبست کرے لیکن امپر یلسٹ انڈسٹری کے مقابلے میں یہاں صنعتیں مریضوں کے بستر پر لیٹتی جا رہی ہے۔ کریڈٹ سسٹم کا فرض ہوتا ہے کہ وہ قیمتوں میں استحکام پیدا کرے لیکن بیگانے مال کی قیمتوں پر اس کا کیا زور چل سکتا ہے۔ مالیاتی نظام کو فرض ہے کہ وہ معاوضوں اور اجرتوں میں تفاوت کو کم کرے لیکن جو مالیاتی نظام خود اپنی بقاء کے لئے اپنی لیبر کی غیر ملکی ترسیلات پر انحصار رکھتا ہو وہ آمدنیوں کے بیرونی اور اندورنی تفاوت میں مداخلت کا کس طرح مجاز ہو سکتا ہے۔ مالیاتی نظام کا فرض بنتا ہے کہ وہ عوامی بچتوں میں اضافے کی ترغیبات پیدا کرے لیکن جو مالیاتی نظام بالواسطہ ٹیکسوں کے ذریعے مہنگائی کے الاؤ میں ایندھن جھوک کر عوام کی ہر بچت کو ٹیکس کے ذریعے کشید کر رہا ہے وہ عوام کے معیار زندگی میں کیا برکت ڈال سکتا ہے۔ مالیاتی نظام کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ پیداوار اور روزگار کے مواقع بڑھائے لیکن جو مالیاتی نظام اقتصادی حب الوطنی کے

جذبات سے ہی عاری ہو اس کی صنعت اور ٹیکنالوجی کی مقامی اٹھان سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔ ایک صحت مند کریڈٹ سسٹم وہ ہوتا ہے جو سائنس صنعت اور ٹیکنالوجی کو اپنا قائد بنائے۔ اگر مالیاتی گاڑی کو سائنس صنعت اور ٹیکنالوجی کے اپنے گھوڑے دستیاب نہیں تو بیگانے گھوڑے اسے دیس پرائے لے جا کر ہی دم لیتے ہیں۔ یہ دور صنعتی دور ہے' اس دور کے تمام وسائل سائنس' صنعت اور ٹیکنالوجی کی پسماندگی کی پیداوار ہیں اور بغیر سائنس' صنعت اور ٹیکنالوجی سے لا تعلق کوئی بھی نظام وضع کریں وہ ریت کی دیوار کی طرح کھڑا نہیں ہو سکتا۔

پاکستان میں کرنسی کا پھیلاؤ بغیر صنعتی پھیلاؤ کے ہو رہا ہے۔ لوگ زیادہ سرمایہ کاری پراپرٹی کی تجارت پر کر رہے ہیں۔ ملک سے باہر لیبر کی ساری کمائی نئے مکانات کے لئے دوڑتی آرہی ہے پلاٹوں کے حصول کا مقابلہ اتنا تیز ہے کہ جائیداد مہنگی ہو ہو کر غریبوں کی دسترس سے دور بھاگتی جا رہی ہے۔ دنیا میں قیمتوں کا تعین طلب اور رسد کی قدرتی طاقتوں سے ہوا کرتا تھا لیکن ٹیکنالوجی کی جدتوں نے طلب اور ضرورت کو اتنا مصنوعی بنا دیا ہے کہ آج انسان کی ہر ضرورت ٹیکنالوجی کے تابع ہے ٹیکنالوجی کی تخلیق پر بڑی لاگت آتی ہے' اس لئے قیمتوں کے تعین میں لاگت پیداوار کو اہم عنصر کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ ٹیکنالوجی نے پیداوار کو نئے بوسٹر فراہم کئے ہیں۔ لاگت پیداوار کے ساتھ مہنگائی کا بڑھنا قدرتی امر ہے لیکن ٹیکنالوجی کی مہارتوں نے ساتھ ہی معاوضوں اور فراغت میں زبردست اضافہ بھی کیا ہے۔ اس طرح قیمتوں اجرتوں اور معیار زندگی میں اضافہ ساتھ ساتھ چلنے لگا لیکن ہمارا غیر صنعتی مالیاتی نظام غیر ملکی پیداوار استعمال کر کے ان کی قیمتوں کی ادائیگی میں تو برابر شریک کار بنا لیکن معاوضوں اور معیار زندگی میں اضافے کی بجائے ناکارگی اور بے روزگاری کے بوجھ تلے دب گیا۔ اب پاکستانی روپیہ جو ڈالر کی مریدی میں بیٹھتا جا رہا ہے' اسے قیمتیں تو عالمی لاگت پیداوار کی ادا کرنا پڑتی ہیں۔ لیکن عوضانہ بیگار کا ملتا ہے۔ دنیا میں صنعتیں موجود ہونے کے باوجود بھی مالیاتی نظام فیل ہونے کے حادثات کئی ممالک کو پیش آ چکے ہیں مثلاً 1992ء میں شدید عالمی کساد بازاری کے باعث بنک آف انگلینڈ جرمنی کا بنک اور امریکی سٹاک ایکسچینج فیل ہو گے' جس سے ان کے مالیاتی نظام ٹھپ ہو گئے۔ ان کی صنعتوں کے سامراجی استحصال سے نو آبادتی منڈیوں کی قوت خرید ختم ہوگئی۔ ان کا صنعتی مال اتنا فاضل ہوگیا کہ عالمی منڈی شدید مندے کا شکار ہوگئی۔ صنعتیں اور تجارت جام ہو جانے سے بنکوں کی سرمایہ کاری ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ لوگ بنکوں سے اپنی جمع پونجی نکلوانے کے لئے دوڑے تو سارے بنک ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ وسیع پیمانے پر بے روزگاری پھیل گئی۔ عوامی اضطراب نے دنیا کو دوسری عالمی جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا۔ جنگ کے بے تحاشہ اخراجات سے منڈیوں کی سرگرمیاں بحال ہو گئیں۔ صنعتوں کے باوجود مالیاتی نظام فیل ہونے کی دوسری مثال ہٹلر کا جرمنی ہے۔ جنگ کے بے پناہ اخراجات اور اتحادیوں کی جانب سے تجارتی ناکہ بندیوں کے باعث جرمن میں افراط زر کا سیلاب آگیا۔ عالمی تجارت رک جانے سے جرمنی میں اشیاء کی قلت کے باعث نیا مالیہ پیدا ہونا بند ہو گیا اور پہلے سے موجود مالیئے کے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی۔ مہنگائی کے چڑھتے ریلے کا جواب نوٹ چھاپ کر دیا گیا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کے پاس نوٹوں کی گٹھڑیاں موجود تھیں لیکن وہ نوٹ ایک چپاتی نہیں خرید سکتے تھے اور لوگ چائے پکانے کے لئے ان نوٹوں کو ایندھن کے طور پر استعمال کرنے لگے۔ صنعتوں کے باوجود مالیاتی نظام ٹھپ ہونے کی تیسری مثال اشتراکی روس ہے۔ روسی صنعتوں نے جتنا مالیہ پیدا کیا وہ ایک طرف ایٹمی اسلحوں کے غیر بازاری ذخیروں پر دوسری طرف دنیا کی سب سے بڑی

روسی افواج کے اخراجات پر اور تیسری طرف سرمایہ داری نظام کے خاتمے کے لئے پراکسی جنگوں پر صرف ہو گیا۔ عوام قوت خرید مہیا کرنے کے لئے صنعتی اثاثوں سے زائد نوٹ چھاپنے پڑے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کے روبل جو کسی وقت ڈالر کے برابر مالیت کا سکہ تھا' ساڑھے چار ہزار روبل ایک ڈالر کے برابر ہو گیا۔ روسی آبادی جو قومی سرمائے کی تنخواہ دار ملازم تھی مہنگائی کے ریلے کا سامنا کرنے میں ناکام رہی اور ان کا سوشلسٹ نظام کو اوندھے منہ زمین پر جاگرا۔ مالیاتی نظام فیل ہونے کے تاریخی واقعات کے مشاہدے سے جو وجوہات سامنے آتی ہیں' ان میں سب سے بڑی وجہ اخراجات کا بانجھ پن ہے۔ غیر پیداواری اخراجات معیشت کو جام کر دیتے ہیں۔ دوسری بڑی وجہ طبقات اور قوموں کی غیر متوازن صنعتی ترقی ہے مالداری اور ناداری میں بڑھتا ہوا فرق منڈی کے توازن کو بکھیر دیتا ہے۔ ناداری کے جدل کو کسی لاء اینڈ آرڈر کا پابند نہیں رکھا جا سکتا اور وہ اتنا مالیہ کھا جاتا ہے جتنا پیدا نہیں ہوتا۔ پاکستانی مالیاتی نظام مذکورہ دونوں روگوں کا شکار ہے۔

سکے کی قیمت میں کمی کی میکانیت کو بر آمدات بڑھانے کے لئے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ سکے کی قیمت میں کمی سے بر آمدات سستی اور در آمدات مہنگی ہو جاتی ہیں۔ منڈیوں میں سستے مال کی طلب بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح سکے میں مقامی کمی کی کسر زر مبادلہ کے ذخائر میں اضافے سے نکل جاتی ہے۔ اگر روپے کی کمی میں اضافہ کر کے بیرونی تجارت سے ڈالر زیادہ کما لئے جاتے ہیں تو ڈالروں کے ذخیرے کی زائد قدر کے بھی مالک آپ ہی ہیں۔ سکے کی اس کی کمی کا کوئی مالیاتی نقصان نہیں ہوتا۔ مالیاتی نقصان سکے کی قیمت میں اس کمی سے ہوتا ہے جب در آمدات کا حجم بر آمدات سے زائد ہو سکے کی قدر میں کمی کے باعث اگر سستی بر آمدات سے سو ڈالر حاصل ہوں اور مہنگی در آمدات پر دو سو ڈالر خرچ ہو جائیں تو قومی سرمائے کی غیر ملکی اخراج سے قومی معیشت مزید کمزور ہوتی ہے۔ اس سے قرضوں کے بوجھ میں اضافہ ہوتا ہے۔ قرضوں کی مزید در آمد سے افراط زر اور ڈی ویلیوایشن کاریلا زیادہ زور شور سے اوپر چڑھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی مالیاتی نظام اب قرضوں کی ادائیگی کے لئے بھی قرضوں کا محتاج ہوتا جا رہا ہے۔ سو ڈالر قرض ملے تو 88 ڈالر وہیں پر قرضوں کی ادائیگی کے لئے کاٹ لئے جاتے ہیں۔ یوں قرض میں تو سو ڈالر کا اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن استعمال کے لئے صرف 12 ڈالر ہی پلے پڑتے ہیں۔ ڈی ویلیوایشن کے اس گھمن گھیر سے نکلنے کے لئے غیر پیداواری استحصالی طبقات کو پیداواری طبقات میں تبدیل کر کے قومی محنت کو منظم کئے بغیر کوئی راہ نجات باقی نہیں بچی۔

دعائے مغفرت

سلسلہ کے پرانے ساتھی' صاحب مجاز اور مجلس منتظمہ کے ممبر حاجی الطاف احمد (پشاور والے) وفات پا گئے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے ان کی دعائے مغفرت کے لئے درخواست ہے۔

خریدار متوجہ ہوں

اگر آپ کو مہینے کی پانچ تاریخ تک رسالہ نہ ملے تو فوراً ایک خط یا پوسٹ کارڈ کے ذریعے ہمیں اطلاع کر دیں۔ آپ کی اطلاع زیادہ سے زیادہ ۱۰ تاریخ تک ہمیں ملنے پر اگلے ماہ کی ترسیل کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیج دیا جائے گا۔

لیٹ اطلاع کی صورت میں معذرت

ایڈیٹر

اپنے گھر کی بات

ڈاکٹر امتیاز احمد ازہر

اپنے گھر کی بات کرو کیوں غیر کی باتیں کرتے ہو
شام و سحر سب وقت بھی اپنا ضائع کرتے رہتے ہو
پوچھ سکو تو پوچھو دل سے کس کی بات سمجھتے ہو
چھوڑ کے در آقا کا کافر سے کیوں ڈرتے رہتے ہو
رسم رواج ہیں کچھ ہندو کے رہنا سہنا کچھ کافر
اپنے دین سے یوں بیگانہ پھر بھی مسلم رہتے ہو
کتنے سادہ ہو یوں غیروں سے تو لٹتے رہتے ہو
اپنے راہیں تکتے ہیں' منہ پھیر کے ان سے چلتے ہو
خوب ہوئی ہے حالت اپنی اب تو واپس آنا ہے
آنکھیں بھی خشک ہوئی ہیں اب کیوں آہیں بھرتے ہو
دیکھو تو انصاف کی باتیں عدل کرے گا کون یہاں
دین ہی جب مظلوم ہو کیوں رونا دھونا کرتے ہو
آگ لگی ہے گلشن میں بن نام محمدؐ بجھ نہ سکے
رشتہ توڑ کے اس سے اب تم جیتے جی بھی مرتے ہو
آؤ ازہر سارے مسلم پھر سے نبیؐ کی بات کریں
آکر در حبیبؐ سے کیوں بیگانہ وار گزرتے ہو

اہل فیصل آباد متوجہ ہوں

فیصل آباد کے اکثر خریداروں کو المرشد نہ ملنے کی شکایت رہتی ہے۔ جب کہ ادارہ المرشد کی طرف فیصل آباد کے تمام خریداروں کو باقاعدگی کے ساتھ المرشد بھیجا جاتا ہے۔ اگر خریدار اپنے ڈاکخانے میں شکایت درج کرا دیں تو شاید کچھ اصلاح ہو سکے۔ آپ اگر بروقت ہمیں نہ ملنے کی اطلاع کر دیا کریں تو اگلے ماں کے شمارے کے ساتھ آپ کو گذشتہ شمارہ بھی دوبارہ بھیج دیا جایا کرے گا۔

دعائے مغفرت

امیر حلقہ نقشبندیہ او-سیہ بنارس (انڈیا) کے ساتھی عبدالرحمان کی والدہ ماجدہ [illegible] کا انتقال ہو گیا ہے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سالانہ چندہ

ماہنامہ المرشد کا سالانہ چندہ مبلغ =/165 روپے ہے۔ آپ درج ذیل ایڈریس پر بذریعہ منی آرڈر بھیج کر ایک سال کے لئے ممبر شپ حاصل کریں۔

پتہ : ماہنامہ المرشد- او-سیہ سوسائٹی' کالج' ٹاؤن شپ لاہور- 54770

ایاک ومحقرات الذنوب فان لها من اللہ طالبًا (ابن ماجہ)

ترجمہ:- خبردار! ان گناہوں سے بھی بچو جن کو تم معمولی اور حقیر گاہ سمجھتے ہو کیونکہ ان کے متعلق بھی باز پرس ہوگی۔

MONTHLY
AL-MURSHED
Reg. No. L8607

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش
تحریریں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر۔ کہ قرآن
کریم کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنادیا ہے
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔ اب تک
آٹھ (۸) جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد
اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ
اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5115086